دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

شمارہ: ۱۲	صفر ۱۴۳۴ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۲ء	جلد: ۹۶

مدیر

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب
استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

ہندوستان سے فی شمارہ -/۱۵ روپئے، سالانہ -/۱۵۰ روپئے
سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۰۰۰ روپئے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۵۰۰ روپئے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۵۰۰ روپئے

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

R. N. I. No. 2133/57

DARUL ULOOM Monthly (Urdu) Printed, Published by Maulana Marghubur Rahman,
Owned by Darul Uloom Grush. Published From Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at Darul Uloom Printing Press Deoband, Saharanpur
Editor : Maulana Habibur Rahman Azmi

فہرست مضامین

صفحہ	نگارش نگار	نگارش	نمبرشمار
۳	حبیب الرحمٰن اعظمی	حرفِ آغاز	۱
۸	مولانا مفتی رشید احمد فریدی	قرآن محکم کی شان عظیم	۲
۱۸	مفتی محمد راشد ڈسکوی	ماہِ صفر کی بدعات اور ایک من گھڑت حدیث کا جائزہ	۳
۲۹	مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ حیات اور کارنامے	۴
۴۷	مولانا مدثر جمال تونسوی	حجۃ الاسلام شاہ اسماعیل شہیدؒ اور اسلامی الٰہیات	۵
۵۲	ڈاکٹر اجمل فاروقی	توہینِ رسالت اور ملتِ اسلامیہ کی ذمہ داری	۶

ختم خریداری کی اطلاع

یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- چونکہ رجسٹری فیس میں اضافہ ہوگیا ہے۔اس لیے وی پی میں صرفہ زائد ہوگا۔
- پاکستانی حضرات جناب مولانا شیر محمد صاحب ناظم جامعہ مدنیہ، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور کو اپنا چندہ روانہ کریں۔
- ہندوستان و پاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حبیب الرحمن اعظمی

پوری دنیا کے مسلمان ملتِ واحدہ اور آپس میں بھائی بھائی ہیں إِنَّمَا الْمُؤمِنُونَ إِخْوَةٌ، ملکی وجغرافیائی تقسیم اس مرکزی عظیم قومیت میں خلل انداز نہیں ہوسکتی، اسی دینی اخوت ووحدت کے تحت ممالکِ اسلامیہ کی علمی وملی تقریبات میں علمائے دیوبند برصغیر (ہندوپاک بنگلادیش) کے اسلامی نمائندوں کی حیثیت سے شامل ہوتے رہے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی ہو یا جامع ازہر، موتمر اسلامی ہو یا رابطۂ اسلامی غرضے کہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں مسلمانوں کا کوئی علمی وملی اجتماع ہو، ملکی و جغرافیائی، مسلکی ومشربی تفریق وتقسیم کے ادنیٰ احساس کے بغیر علمائے دیوبند پورے ذوق وشوق کے ساتھ ان میں شرکت کرتے رہے ہیں، جو ان کی اعتدال پسندی فرقہ وارانہ رجحانات سے دوری اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو ملتِ واحدہ سمجھنے کی واضح اور روشن دلیل ہے، اور پوری بصیرت اور ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ برصغیر میں اہلِ علم کا یہی وہ طبقہ ہے جو تمام تر وسعتوں اور عصری ضرورتوں پر نظر رکھے ہوئے سلفِ صالحین سے مکمل طور پر وابستہ ہے اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے ساتھ ساتھ قوم وملت کے اجتماعی مقاصد پر بھی اس کی نظر رہتی ہے۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَلَوْ كَرِهَ الْأَعْدَاءُ مِنْ كُلِّ حَاسِدٍ.

اسلام کے تسلسلِ حیات اور حفظِ دین کی خصوصیات اس کا اسنادی پہلو ہے اور تاریخ کے ہر موڑ پر اسے تھامے رہنا اسلام کا معجزہ ہے، اسباب کی دنیا میں اس کا باعث وہ علمائے ربانی رہے ہیں، جو آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں ﷺ تک زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم پیوست ہیں، دیوبندی مکتبِ فکر بحمد اللہ کوئی نو پید جماعت نہیں؛ بلکہ علمی، دینی اور سیاسی احکام ومعاملات

میں علمائے دیوبند کا سلسلۂ سند امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے گذرتا ہوا نبی کریم ﷺ سے مربوط ہے۔

برِصغیر میں جب مسلمانوں کے کاروانِ شوکت پر برطانوی سامراج نے شب خوں مارا، تو حکیمِ مطلق جلَّ شانُہٗ نے اسلامی تعلیمات واحکام اور تہذیب وثقافت کو بچانے کے لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کی اولاد واَحفاد کو آگے کردیا، ان بزرگوں کے سامنے دو منزلیں تھیں: (۱) مسلمانوں کی لٹی شوکت کیسے واپس لی جائے؟ (۲) اور سیاسی تنزل کے اس دور میں اسلامی علوم واحکام کی گرتی دیوار کو کس طرح سہارا دیا جائے؟ پہلی منزل تک پہنچنے کے لیے محدث دہلویؒ نے معاشی انقلاب، صحابہؓ سے انتساب اور قوم کو جہد وجہاد کی راہ دکھائی، ان تینوں امور کو واضح کرنے کی غرض سے حجۃ اللہ البالغہ، مصفّٰی ومسوّٰی اور اِزالۃ الخفاء جیسی بلند کتابیں لکھیں اور ان کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ عبدالحئی بڈھانویؒ کے ساتھ عملاً جہاد میں نکلے۔

دوسری منزل تک پہنچنے کے لیے ان محدثین دہلی نے قرآن وحدیث کے درس اور اسلامی علوم وفنون کی اشاعت سے اسلامی اعمال واخلاق کی متزلزل دیوار کو سہارا دیا؛ چنانچہ عین اس وقت جب کہ سید احمد شہیدؒ اپنے جاں باز رفقاء کے ساتھ میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دے رہے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے اور تلمیذ وجانشین دہلی کی مسندِ تدریس پر قَالَ اللّٰہُ قَالَ الرَّسُوْلُ کا غلغلہ بلند کیے ہوئے تھے۔

علمائے دیوبند اسی علم وفکر کے وارث اور محدثین دہلی کے اسی خاندان سے وابستہ ہیں اور برِصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش میں اہل السنۃ والجماعۃ کا مرکز یہی حضرات تھے۔

علمائے دیوبند دین کے سمجھنے سمجھانے میں نہ تو اس طریق کے قائل ہیں، جو ماضی سے یکسر کٹا ہو؛ کیوں کہ وہ مسلسل رشتہ نہیں ایک نئی راہ ہے، اور نہ وہ اس افراط کے قائل ہیں کہ رسم ورواج اور تقلیدِ آباء کے تحت ہر بدعت کو اسلام میں داخل کردیا جائے۔ جن اعمال میں تسلسل نہ ہو اور وہ تسلسل خیرالقرون سے مربوط نہ ہو وہ اعمالِ اسلام نہیں ہوسکتے۔ یہ حضرات اس تقلید کے پوری طرح قائل ہیں، جو قرآن وحدیث کے سرچشمہ سے فقہ اسلام کے نام سے چلتی آئی ہے۔ قرآن کریم تقلید آباء کی صرف اس وجہ سے مذمت کرتا ہے کہ وہ آباء عقل واہتداء کے نور سے عاری تھے۔ ”اَوَلَو کَانَ آباءُھُم لا یَعْقِلُون شیئاً وَلَا یھتدُون“.

ائمہ سلف اور فقہائے اسلام جو علم وہدایت کے نور سے منور تھے ان کی پیروی نہ صرف یہ کہ مذموم نہیں ؛ بلکہ مطلوب ہے، ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ صرف حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہی کی نہیں، صدیقین، شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے چلانے کی ہر نماز میں اللہ سے درخواست کریں؛ کیوں کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ "اِهدِنا الصِّراطَ المُستَقِيمَ صِراطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِم".

اس منہج اعتدال کی بنا پر علمائے دیوبند مذہبی بے قیدی اور خود رائی سے محفوظ ہیں اور شرک و بدعت کے اندھیرے انھیں اپنے جال میں نہ کھینچ سکے۔

برصغیر میں کم وبیش نوے فی صد مسلمان فقہ حنفی پر عامل ہیں۔ فقہ حنفی امام ابوحنیفہؒ کے اجتہادات، ان کے تلامذہ کے استخراجات اور اصحابِ ترجیح کے فیصلوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قدر بحث وتحقیق اور کاٹ چھانٹ کے بعد فقہ کا کوئی مسئلہ اصولِ شریعت کے خلاف باقی نہیں رہ سکتا؛ مگر اس طریقِ عمل میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ عمل کرنے والے کی نظر ائمہ وفقہاء کی تخریجات تک محدود رہتی، گو وہ عمل حضور ﷺ کی سنت اور صحابہؓ کے طریق سے مستنبط نہ ہوتا؛ اس طرح عمل کرنے والے کا شعور اتباعِ سنت کی لذت پوری طرح محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ علمائے دیوبند کا یہ عظیم تاریخی کارنامہ ہے کہ انھوں نے اعمال وعبادات کو ان کے بنیادی مصادر کی طرف لوٹایا، احادیث کے دفاتر کھلے، رجال کی گہری نظر سے پڑتال ہوئی، معانی حدیث میں بحث کی گئی، گو ان حضرات کو اس علمی وتحقیقی کاوش سے فقہ کا کوئی مفتی بہ قول اصول شریعت سے معارض نہ ملا، تاہم اس راہ تحقیق نے (جو ظاہریت کی تفریط اور اہلِ بدعت کی افراط سے پاک سلف صالحین کے مقرر کردہ منہاج پر مبنی ہے) ایسی فضا پیدا کردی کہ پہلے جن مسائل پر فقہ سمجھ کر عمل کیا جاتا تھا، اب وہی مسائل سنت کی خنک روشنی دینے لگے اور ان اعمال میں اتباعِ حدیث کی وہ لذت محسوس ہونے لگی جو اس فکری تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں تھی۔

علمائے دیوبند نے نہ صرف برِصغیر کے مسلمانوں ہی کو سنت کا شعور بخشا؛ بلکہ دیگر بلاد اسلامیہ مصروشام وغیرہ بھی ان کے اس فکر سے متاثر ہوئے۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کا نصوص فہمی میں منہج مختار یہی ہے، جسے ان کی تالیفات مثلاً فیض الباری شرح بخاری، اللامع الدراری شرح بخاری، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، الکوکب الدری شرح جامع ترمذی، معارف السنن شرح جامع ترمذی، بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد، اوجز المسالک شرح موطا امام مالک، امانی الأحبار شرح معانی الآثار للطحاوی، اِعلاء السنن، ترجمانُ السنۃ، معارف الحدیث وغیرہ میں ان کے اس منہج مختار کو دیکھا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ علمائے دیوبند احکام شرعیہ فروعیہ اجتہادیہ میں فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتے ہیں؛ بلکہ برصغیر میں آباد کم وبیش پچاس کروڑ مسلمانوں میں نوے فیصد سے زائد اہل السنہ والجماعہ کا یہی مسلک ہے؛ لیکن اپنے اس مذہب ومسلک کو آڑ بنا کر دوسرے فقہی مذاہب کو باطل ٹھہرانے یا ائمہ مذاہب پر زبانِ طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتے؛ کیوں کہ یہ حق وباطل کا مقابلہ نہیں ہے؛ بلکہ صواب وخطا کا تقابل ہے۔ مسائلِ فروعیہ اجتہادیہ میں ائمۂ اجتہاد کی تحقیقات میں اختلاف کا ہوجانا ایک ناگزیر حقیقت ہے، اور شریعت کی نظر میں یہ اختلاف صحیح معنوں میں اختلاف ہے ہی نہیں۔ قرآن حکیم ناطق ہے:

شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوحاً وَالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوسٰی وَعِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا (الشوریٰ)

ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک شریعتوں اور منہاج کا کھلا ہوا اختلاف رہا، پھر بھی قرآن حکیم اس کو ایک ہی دین قرار دے رہا ہے اور شریعتوں کے باہمی وفروعی اختلاف کو وحدتِ دین کے معارض نہیں سمجھتا، اگر یہ فروعی اختلاف بھی افتراق واختلاف کی حد میں آسکتے تو پھر ”وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ“ کا خطاب کیوں کر درست ہوتا۔

لہٰذا جس طرح شرائعِ سماویہ فروعی اختلاف کے باوجود ایک ہی دین کہلائیں اور ان کے ماننے والے سب ایک ہی رشتۂ اتحاد میں منسلک رہے۔ تحزب وتعصب کی کوئی شان ان میں پیدا نہیں ہوئی؛ اسی لیے وہ ”وَکَانُوْا شِیَعاً“ کی حد میں نہیں آئے۔ ٹھیک اسی طرح ایک دین حنیف کے اندر فروعی اختلافات اس کی شان اجتماعیت ووحدت میں خلل انداز نہیں ہوسکتے۔

مواقع اجتہاد میں اہلِ اجتہاد کا اجتہاد دین ہی کا مقرر کردہ اصول ہے، اسے دین میں اختلاف کیسے کہا جاسکتا ہے؟ رہا جماعتِ مجتہدین میں سے کسی ایک کی پیروی وتقلید کو خاص کرلینا تو دین کے بارے میں آزادیِ نفس سے بچنے اور خود رائی سے دور رہنے کے لیے امت کے سوادِ اعظم کا طریق مختار یہی ہے، جس کی افادیت وضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بابِ تقلید میں علمائے دیوبند کا یہی طرزِ عمل ہے۔ وہ کسی بھی امام، مجتہد یا اس کی فقہ کی کسی جزئی کے بارے میں تمسخر، سوئے ادب یا رنگ ابطال وتردید سے پیش آنے کو خسران دنیا وآخرت سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک یہ اجتہادات شرائع فرعیہ ہیں، شرائع اصلیہ نہیں کہ اپنے فقہ کو موضوع بناکر دوسروں کی تردید یا تفسیق وتضلیل کریں؛ البتہ اپنے اختیار کردہ فقہ پر ترجیح کی حد تک مطمئن ہیں۔

اب رہا مسئلہ احکامِ اجتہادیہ میں ان کی ترجیحات اور طریقِ عمل کا تو کتاب وسنت اور امت میں متوارِث قواعدِ نصوص کی روشنی میں ان پر بحث وگفتگو کی جاسکتی ہے جس کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے، عہدِ صحابہؓ سے یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ اس نوع کے مسائل میں اہلِ نظر علما، قواعد واصول کے تحت صواب وخطا اور راجح ومرجوح کی حد تک بحث کرتے رہے ہیں۔

لیکن ان اجتہادی ومختلف فیہ مسائل کو آڑ بنا کر ملتِ واحدہ میں انتشار اور تفرقہ پیدا کرنا اور انھیں حق وباطل کا معیار ٹھہرا کر جماعت مسلمین کو ہدایت وضلالت کے متضاد خانوں میں تقسیم کردینا نہایت خطرناک رویہ ہے جس سے اہل السنہ والجماعہ کے سلف وخلف کا دامن پاک وصاف رہا ہے؛ بلکہ اس غیر معقول ناروا روش کے دروازے کو بند کرنے کے لیے تاکہ امت مسلمہ کی وحدت برقرار رہے سلف صالحین وعلمائے راسخین نے نصوص فہمی اور تاویل اجتہاد کے سلسلے میں ایک علمی دستور اور منہاج مقرر کردیا، جس کے ذریعے انھوں نے نصوص وآرا، میں جمع وتطبیق کی راہیں ہموار کیں اور امت کو ”مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا وَکَانُوْ شِیَعًا کُلُ حِزبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ“ کا مصداق بننے سے بچالیا۔

حیف صد حیف کہ عصرِ حاضر کے اہلِ ظواہر (جو موحّد، اہلِ حدیث، سلفی، اثری وغیرہ حسب موقع ومحل مختلف ناموں سے اپنا تعارف کراتے ہیں) نے سوادِ اعظم کے اس مُسَلَّمہ علمی دستور ومنہاج کو پسِ پشت ڈال کر اور اپنے علم وفہم کو حق کا معیار قرار دے کر ان اجتہادی مختلف فیہ مسائل کو حق وباطل اور ہدایت وضلالت کے درجہ میں پہنچادیا ہے اور ہر وہ فرد اور جماعت جو ان کے فکر ونظریہ سے ہم آہنگ نہیں وہ ہدایت سے عاری مبتدع، ضال ومضل اور فرقۂ ناجیہ سے خارج ہے۔

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ

❁ ❁ ❁

قرآن محکم کی شان عظیم

(۴)

از: مولانا مفتی رشید احمد فریدی

تلاوتِ قرآن اللہ کا خصوصی انعام:

وحی کے سب سے پہلے کلمے ”إقرأ“ کا مخاطب حضرتِ انسان ہے نہ کہ فرشتہ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حیثیت واسطہ کی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تعلیم وتربیت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، جبرئیلؑ کا قرآن لانا اور پڑھ کر سنانا خود ان کے اختیار میں نہیں تھا(۱) وہ حکم خداوندی کے خلاف کرہی نہیں سکتے تھے؛ جب کہ انسان کو طاعت ومعصیت دونوں کا اختیار دیا گیا ہے، اسی وجہ سے تلاوتِ قرآن کا مرانسان کو ملا کسی فرشتہ کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا، ابن الصلاح اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں قِرَأۃُ الْقُرْآنِ کُرَامَۃٌ أکْرَمَ اللّٰہُ بِھَا الْبَشَرَ فَقَدْ وَرَدَ أنَّ الْمَلاَئِکَۃَ لَمْ یُعْطَوا ذٰلِكَ وَأنَّھَا حَرِیْصَۃٌ عَلٰی اسْتِمَاعِہٖ مِنَ الْإنْسِ. یعنی قرآن کا پڑھنا ایسی شرافت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشرف کیا ہے؛ چونکہ یہ چیز فرشتوں کو نہیں ملی؛ اس لیے انسان اس نعمتِ خاصہ کی وجہ سے فرشتوں کے لیے رشک تمنا بنا ہوا ہے۔(۲) یہی وجہ ہے کہ فرشتے ایسی مجالس کی تلاش میں رہتے ہیں، جہاں قرآن پاک کی تلاوت یا مذاکرہ ہورہا ہو، بالآخر مؤمنین کی ایسی مجلسوں کو رحمت کے فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور سماعِ قرآن کی برکت سے رحمت الٰہی اور سکینت سے وہ بھی مستفید ہوتے ہیں۔(۳) امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں یہ حدیث نقل کی ہے إذَا قَامَ أحَدُکُمْ یُصَلِّي مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَسْتَكْ فَإنَّ أحَدَکُمْ اِذَا قَرَأَ فِی صَلاَتِہٖ وَضَعَ مَلَكٌ فَاہُ عَلٰی فِیْہِ وَلاَ یَخْرُجُہٗ مِنْ فِیْہِ شَیْءٌ إلاَّ دَخَلَ فَمَ الْمَلَكِ (ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی رات میں نماز (تہجد) کے لیے اٹھے تو مسواک کرلے؛ اس لیے کہ تم میں سے کوئی جب نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ پڑھنے والے کے مُنھ پر اپنا منھ رکھ دیتا ہے اور جو چیز پڑھنے والے کے منھ سے نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منھ میں داخل ہوتی ہے۔ اس طرح کی روایت کچھ اضافہ کے ساتھ حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے۔(۴)

قرآن اللہ کا غیر فانی کلام:

بنی نوع انسان کی داستانیں قصۂ پارینہ بن سکتی ہیں، تمام درختوں کے اوراق بوسیدہ ہوسکتے ہیں، شاخوں کے قلم ریزہ ریزہ ہوسکتے ہیں اور ہفت اقلیم کے سمندر کی روشنائی ختم ہوسکتی ہے؛ مگر کلامِ الٰہی کا چہرۂ بسیط ہمیشہ ترو تازہ اور نشیط رہے گا، اس کے شباب پر کبھی کہنگی یا کہولت نہیں آسکتی؛ اس لیے کہ وہ عجائب ونوادر کا لازوال سرچشمہ اور معانی ومعارف کا بحرِ ناپیدا کرنا ہے وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُهٗ امام شاطبی لکھتے ہیں:

وَخَيْرُ جَلِيْسٍ لَا يُمَلُّ حَدِيْثُه ☆ وَتَـرْدَادُه يَزْدَادُ فِيْـهِ تَجَمُّلَا(۵)

سہل بن عبداللہ تُستریؒ فرماتے ہیں ’’اگر بندہ کو قرآن مجید کے ہر حرف کے بدلے ہزار فہم ودانش دے دی جائے، تب بھی اُن معانی کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی ایک آیت میں ودیعت کی ہے؛ اس لیے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور کلام اس کی ذاتی صفت ہے، پس جس طرح ذاتِ خداوندی کی کوئی حدونہایت نہیں، اسی طرح معانیِ کلام کی بھی کوئی غایت نہیں ہے، انسان بس اتنا ہی سمجھتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اس پر منکشف فرمایا ہے: لہٰذا اس کا کلام ’’قدیم‘‘ (یعنی غیر فانی) ہے‘‘(۶)

قرآن پاک کی اسی ازلی وابدی حیثیت کو کسی زمانہ میں ہوا پرست عقل مندوں نے پائمال کرنے کی کچھ ناپاک سعی کی تھی، جس سے عام اہل اسلام کے عقائد میں وسوسہ لاحق ہوگیا تھا، دنیادار لوگوں کا ایمان ڈگمگا چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اِس فتنۂ عظیم کو جڑ سے ختم کردینے کے لیے علمائے حق میں سے ایک جماعت کا انتخاب فرمایا جس کے سرخیل امام احمد بن حنبلؒ قرار پائے؛ چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی پوری توانائیوں سے فتنہ کی سرکوبی فرمائی اور کلام کے غیر فانی یعنی ’’قدیم‘‘ ہونے کو دلائل وبراہین سے مستحکم وآشکارا کیا؛ یہاں تک کہ فتنہ پر زوال آہی گیا اور کلامِ لازوال پورے آب وتاب کے ساتھ مخلوق کے درمیان محفوظ رہا۔(۷)

جس کو کلام مجید، قرآن مجید کہا جاتا ہے، وہ مصحف ہے، یعنی کاغذ یا کسی اور چیز پر لکھا ہوا یا چھپا ہوا قرآن۔ یہ یقیناً مخلوق ہے (کفایۃ المفتی ۱/۱۳۰) یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ کلام الٰہی پر دلالت کرنے والے نقوش جو کاغذ وغیرہ پر رقم ہوتے ہیں، اسی کے مجموعہ کو مصحف کہا جاتا ہے، ان ہی نقوش ومکتوب کو ہم اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں، جس کو الفاظ کہتے ہیں اور اپنے کانوں سے اس کی جو آواز سنتے ہیں اسے اصوات کہتے ہیں؛ چونکہ یہ سب انسان کی ذات وصفات سے متعلق ہیں؛ اس لیے انسان کی طرح یہ چیزیں بھی حادث اور فانی ہیں۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کے غیر فانی ہونے پر بعض علماء نے ایک لطیف استدلال یہ بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''انسان'' کا ذکر اٹھارہ جگہ کیا ہے اور سب جگہ اس کا مخلوق ہونا بیان کیا اور ''قرآن'' کا ذکر چوّن (۵۴) جگہ فرمایا ہے؛ لیکن کسی ایک جگہ بھی اس کے مخلوق ہونے کا تذکرہ نہیں؛ بلکہ ایک مقام پر دونوں کو یکجا ذکر کیا تو ارشاد الٰہی ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ'' کی تعبیر نے دونوں کو ممتاز کردیا ہے۔(۸)

فضائلِ قرآن کی احادیث کی حیثیت:

مطلق فضائل کی روایات کو تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں: (۱) وہ احادیث جو سنداً ومتناً صحیح اور حسن ہیں (۲) وہ روایات جو سنداً ومتناً موضوع ہیں (۳) وہ احادیث جو سند کے اعتبار سے اگرچہ پہلے درجہ کی نہیں ہیں؛ لیکن وہ موضوع بھی نہیں ہیں، اسے ضعیف کہتے ہیں۔

موضوع روایات ناقابل اعتبار ہیں اور جو احادیث ضعیف کہلاتی ہیں ان سے احکام فقہیہ کے لیے استدلال استشہاد میں تو کلام کیا جاسکتا ہے؛ مگر جن محدثین محققین نے حدیث کے ردوقبول کے اصول اور اس کے مراتب اور درجاتِ استدلال مقرر فرمائے ہیں، انھوں نے ہی فضائل کے باب میں توسّع کیا ہے اور نقد کی باریکیوں سے اِغماض کرتے ہوئے عمل بالحدیث الضعیف کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک نے کتاب الدعاء کے شروع میں اس کی صراحت فرمائی ہے (مستدرک ۱/۴۹۰) لہٰذا فضائل کے باب میں ضعیف احادیث پر اعتماد اور عمل جمہور علمائے امت محدثین وفقہاء کے نزدیک درست؛ بلکہ مستحب ہے۔ امام نوویؒ نے بھی اس کی صراحت فرمائی ہے (ازکار ۱/۱۰) اور کیوں نہ ہو کہ شرائع کا ایک بڑا حصہ فضائل پر مشتمل ہے، پس احادیثِ فضائل پر عدم اعتماد اور اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں دین کے ایک وافر حصہ سے گویا اعراض اور اس سے دستبردار ہونا لازم آتا ہے، جو یقیناً مصالحِ شرعیہ کے خلاف اور خسارۂ عظیم ہے۔

مطلق قرآن مجید کے فضائل:

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ فضائلِ قرآن کے سلسلہ میں دو طرح کی روایات ہیں: ایک قسم روایات کی وہ ہے جس میں قرآن کی فضیلت یا کسی مخصوص سورۃ یا آیت کی فضیلت مذکور ہے اور وہ سب روایات قابل اعتبار ہیں۔ یہاں ان میں سے چند احادیث وآثار بالترتیب پیش کرتے ہیں:

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قابل رشک دو اشخاص ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا کی اور وہ رات دن اس میں مشغول رہتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے، دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کثرت سے مال عطا فرمایا، پس وہ رات دن اللہ کے

راستہ میں خرچ کرتا رہتا ہے۔(۹)

(۲) حضرت عثمان غنیؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرآن پاک خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔(۱۰)

(۳) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے؛ بلکہ الف (ا) ایک حرف ہے، لام (ل) ایک حرف ہے، میم (م) ایک حرف ہے۔(۱۱)

(۴) حضرت عائشہؓ حضور کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ قرأت میں ماہر ہے تو (قیامت کے دن) وہ سَفرہَ کرام (انبیائے کرام اور ابرار لوگوں) کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے (مگر ماہر نہیں ہے) مشقت اٹھا کر تکلف سے قرأت کر لیتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔(۱۲)

(۵) حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''قرآن پڑھا کرو؛ اس لیے کہ قرآن اپنے پڑھنے والوں کے لیے قیامت کے دن سفارش کرے گا۔(۱۳)

(۶) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ۔ اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو بالکل نہیں؛ مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔ اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا ہے اور خوشبو بالکل نہیں۔(۱۴)

(۷) حضرت عمرؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے لوگوں کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے اور کتنی ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔(۱۵)

چند مخصوص سورتوں کے فضائل:

سورۂ فاتحہ: (۱) حضرت ابیؓ بن کعب حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو تورات میں نہ ہی انجیل میں ام القرآن جیسی کوئی سورہ نازل فرمائی اور وہ سبع المثانی (سورۂ فاتحہ) ہے(۱۶)

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ الحمد للہ رب العالمین (سورۂ فاتحہ) قرآن پاک میں سب سے افضل ہے(۱۷)

(۳) حضرت ابن عمرؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری سے شفاء ہے (۱۸)

سورہ بقرہ وآل عمران: (۱) حضرت نواسؓ بن سمعان کی روایت ہے ”قیامت کے دن قرآن اور اہلِ قرآن کو جو اس پر عمل کرتے تھے لایا جائے گا اور (بطور قائد) ان کے آگے آگے سورۂ بقرہ اور آل عمران ہوگی (۱۹)

(۲) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ شیطان گھر سے نکل جاتا ہے جب وہ سنتا ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھی جارہی ہے۔ (۲۰)

(۳) حضرت بُریدہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ سورۂ بقرہ سیکھو؛ اس لیے کہ اس کا سیکھنا برکت ہے اور چھوڑ دینا حسرت ہے اور سیکھو بقرہ وآل عمران کہ یہ دونوں زَہراوین ہیں۔ (۲۱)

(۴) حضرت سہل بن سعدؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر شئے کا ایک کوہان ہے قرآن کا کوہان سورۂ بقرہ ہے، جس نے گھر میں دن میں پڑھا تو تین دن تک شیطان گھر میں داخل نہیں ہوگا اور جس نے رات میں پڑھا تو تین رات تک شیطان اس کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ (۲۲)

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کا خزانہ سورۂ بقرہ وآل عمران ہے۔ (۲۳)

سورۂ کہف: حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اقدس ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لیے ایک نور ظاہر ہوگا اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک (۲۴) بعض روایت میں ہے کہ اس کی جگہ سے مکہ تک نور رہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ حضرت ابوالدرداءؓ کی حدیث میں ہے کہ سورۂ کہف شبِ جمعہ کو بھی پڑھ سکتے ہیں (۲۵)

سورۂ الم سجدہ: مسیّب بن رافع کی مرسل روایت ہے کہ سورۂ الم سجدہ قیامت کے دن آئے گی، اس کے دو بازو ہوں گے، اپنے پڑھنے والے پر سایہ فگن ہوگی اور کہے گی تم پر کوئی گرفت نہیں، تم پر کوئی گرفت نہیں۔ (۲۶)

سورۂ یٰسین: (۱) حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ ہر شے کا ایک دل ہے، قرآن کا دل یٰسین ہے جو شخص اُسے پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس قران کا ثواب لکھتے ہیں۔ (۲۷)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے رات میں اللہ کی رضا کے لیے یٰسین پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے (۲۸)

(۳) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جو شخص ہر رات یٰسین شریف پڑھنے کا پابند ہو اور پھر مرا تو شہید مرا (یعنی شہادت کا درجہ پائے گا) (۲۹)

(۴) حضرت معقل بن یسارؓ کی روایت ہے کہ یٰسین قرآن کا دل ہے جو شخص بھی اللہ کی رضا اور آخرت کی طلب کے لیے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مغفرت فرمادیں گے اور اسے اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ (۳۰)

سورۂ دُخان: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، جس شخص نے رات میں سورۂ دُخان پڑھی تو صبح اس حال میں کرے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔ (ترمذی)

مُسَبّحات: حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے پہلے مسبحات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ (۳۱)

(مسبحات وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن کے شروع میں تسبیح کا کوئی صیغہ سبّح یُسَبِّحُ وغیرہ موجود ہے)

سورۂ واقعہ: حضرت عبداللہ بن مسعود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا، اسے کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور حضرت ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرماتے وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرتی تھیں۔ (۳۲)

سورۂ حشر: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت کی کہ جب وہ بستر پر آئے تو سورۂ حشر پڑھ لیا کرے اور فرمایا کہ اگر مرگیا تو شہادت کا درجہ پائے گا۔ (۳۳)

سورۂ ملک: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے جو شخص ہر رات سورۂ مُلک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھیں گے (ترمذی) ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ سورۂ ملک ہر مؤمن کے دل میں ہو (یعنی حفظ ہو) (۳۴)

سورۂ کافرون: حضرت ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتادوں جو تم کو شرک سے بچائے قل یآیّھا الکٰفِرُون الخ سوتے وقت پڑھ لیا کرو۔ (۳۵)

سورۂ اخلاص: حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے قل ھو اللّٰہ احدٌ دس مرتبہ (اخلاص کے ساتھ) پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کرے گا۔ (۳۶)

معوّذتین: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عقبہ! کیا میں تم کو نہ سکھلاؤں دو پسندیدہ سورتیں قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الفَلَقِ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ اے عقبہ انھیں پڑھا کرو، جب سوو یا اٹھو، سائل نے اس سے بہتر کسی اور ذریعہ سے نہ سوال کیا اور نہ پناہ مانگنے والے نے اس سے بہتر کسی اور طریقہ سے پناہ مانگی ہے۔ (۳۷)

چند آیتوں کے فضائل:

آیۃ الکرسی کی فضیلت: حضرت اُبی بن کعبؓ سے مروی ہے أعظَمُ آیۃٍ فی کتابِ اللّٰہ

آیۃُ الکرسی قرآن پاک میں سب سے عظیم آیت، آیتُ الکرسی ہے(۳۸) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِن لِکُلِّ شی سَناما وسَنَامُ القرآن البقرۃ ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے، قرآن کا کوہان سورۂ بقرہ ہے اور اس میں ایک آیت ہے جو قرآن کی آیتوں کی سردار ہے، وہ آیت الکرسی ہے(۳۹) حضرت علیؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے آیتُ الکرسی عرش کے نیچے خزانہ سے دی گئی ہے اور مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔(کنزالعمال ۲۸۲/۱)

خواتیم بقرہ کی فضیلت: حضرت ابومسعودؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے رات میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں وہ اس کے لیے کافی ہوں گی (یعنی پوری رات قرآن پڑھنے سے یا کفایت کرے گی جن وشیطان اور ہر قسم کی برائیوں سے۔ فتح الباری ۶۸/۹) حضرت ابوقتادہؓ نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے آیت الکرسی اور خواتیم بقرہ (آمن الرسول سے آخر تک) کسی پریشانی کے وقت پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے۔(۴۰)

خواتیم آل عمران کی فضیلت: حضرت عثمان غنیؓ نقل کرتے ہیں کہ جس نے رات میں آل عمران کی آخری آیتیں اِنّ فی خلق السمٰوٰت والارضِ الخ پڑھیں تو اس کے لیے قیام اللیل کا ثواب لکھا جائے گا۔(۴۱)

خواتیم سورۂ اسراء کی فضیلت: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جس شخص نے صبح یا شام قل ادعوا اللّٰہ او ادعوا الرحمٰن الخ پڑھا تو اس کا قلب نہیں مرے گا نہ اس دن میں اور نہ اس رات میں (کنزالعمال ۲۸۶/۱)

اوائل کہف کی فضیلت: حضرت ابوالدرداءؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرلیں (اور اسے پڑھتا رہا) تو دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا(۴۲) اور بعض روایتوں میں آخری کی دس آیتوں کا ذکر ہے (عمل الیوم واللیلہ للنسائی ص ۲۷۵)

آخر کہف کی فضیلت: حضرت عمرو بن العاصؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے رات میں قُلْ اِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ اَنّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَاحِدٌ پڑھی تو عدن سے مکہ تک اس کے لیے نور ہوگا اور فرشتوں سے پُر ہوگا(۴۳)

اوائل سورۂ فتح کی فضیلت: حضرت انسؓ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تحقیق کہ مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جو مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں اِنا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیناً پانچ آیتیں (۴۴)

آیۃ الحدید کی فضیلت: حضرت عرباضؓ بن ساریہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہر رات مُسبّحات سونے سے پہلے پڑھتے تھے اور فرمایا کہ ان میں ایک آیت ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ ابن کثیرؒ

فرماتے ہیں کہ وہ یہ ہے هُوَ الاوّلُ والآخِرُ والظَّاهِرُ وَالباطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیءٍ عَلِيمٍ (ابوداود بحوالہ اتقان)

آخر سورۂ حشر کی فضیلت: حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ جس نے صبح کے وقت سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس پر مقرر فرماتے ہیں جو شام تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں هو الله الذی لا اله الا هو الخ (۴۵)

سورتیں چھوٹی فضائل بڑے:

یوں تو پورا قرآن الحمدللہ رب العلمین سے والناس تک ایسا کلام ہے جس کی تلاوت پر ہر حرف کے بدلے کم از کم دس نیکیاں متعین ہیں، پس جو شخص روزانہ ایک منزل یا تہائی یا نصف قرآن پڑھتا ہے وہ کس قدر خوش نصیب اور اجر عظیم کا مستحق ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ تہائی یا چوتھائی قرآن پاک کا پڑھنا عام مسلمانوں کے لیے روزانہ آسان نہیں ہے یا پڑھنا ممکن ہو؛ مگر کسی وجہ سے وقت میں گنجائش نہ ہو یا کم وقت میں اجر کثیر حاصل کرنے اور دوسروں کو نفع پہنچانے کی آرزو ہو تو ایسی صورتوں میں کیا کریں؟ قربان جایئے نبی کریم ﷺ پر کہ آپ نے اپنی امت کے لیے یہ مشکل بھی آسان کردی؛ تاکہ کم وقت میں زیادہ ثواب کے عدم حصول کی حسرت نہ رہ جائے؛ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: ”کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ تہائی حصہ قرآن پاک کا ہر رات پڑھا کرو“ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ تہائی قرآن ہر رات پڑھنا تو بہت مشکل ہے یہ کس سے ہوسکتا ہے۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا قل هو الله احد ثواب میں تہائی حصہ قرآن کے برابر ہے۔ (فتح الباری باب فضائل القرآن ۷۲/۹)

اس طرح کی احادیث کی روشنی میں چند سورتوں کے فضائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ”سورۂ فاتحہ دو تہائی قرآن کے برابر ہے“ (اتقان ۱/۱۹۵)

(۲) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے ”آیت الکرسی چوتھائی قرآن ہے“ (مسند احمد بحوالہ اتقان ۱/۱۹۵)

(۳) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے جس نے ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس قرآن پڑھنے کا اجر لکھیں گے۔ (ترمذی، بحوالہ اتقان)

(۴) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے جس شخص نے شبِ قدر میں سورۂ قدر پڑھی گویا اس نے رُبع قرآن پڑھا (۴۶)

(۵) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے جس نے سورۂ زلزال پڑھی اس کو نصفِ قرآن پڑھنے کے برابر ثواب ہوگا(۴۷)

(۶) حضرت حسن بصری سے مروی ہے: سورۂ والعادیات نصفِ قرآن کے برابر ہے(۴۸)

(۷) حضرت ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کیا تم میں سے کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ روزآنہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے، صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں کسی کی طاقت نہیں کہ روزآنہ الھاکُمُ التکاثر پڑھ لے(۴۹)

(۸) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے قل یآ أیُّھا الکٰفرون چوتھائی قرآن ہے(۵۰)

(۹) حضرت انس بن مالکؒ سے روایت ہے اذا جاء نصر اللہ چوتھائی قرآن ہے(۵۱)

(۱۰) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے قل ھو اللہ احد چوتھائی قرآن ہے(۵۲)

(۱۱) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے جس شخص نے قل ھو اللہ احد فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ پڑھی گویا اس نے چار مرتبہ قرآن پڑھا۔(۵۳)

ان آیتوں اور سورتوں کو پورے قرآن کا نصف یا ربع یا ثلث جو کہا گیا ہے اس کا ایک مطلب ظاہر احادیث کے مطابق یہ ہے کہ اس سے مراد اجر وثواب ہے، یعنی ان آیتوں اور سورتوں کی تلاوت کا ثواب تہائی یا چوتھائی قرآن کے ثواب کے برابر ہے۔(۵۴) اور جو کوئی پورے قرآن کی تلاوت کرے اس کے اجر وثواب کی برابری تو ہو نہیں سکتی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: حدیث میں ہے کہ قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے، اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تین دفعہ قل ھو اللہ پڑھ لینے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ فرماتے تھے کہ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ تین مرتبہ قل ھو اللہ پڑھنے سے کامل قرآن کا ثواب مل جاتا ہے؛ بلکہ تین ثلث قرآن کا ثواب ہوگا، جیسے کوئی دس پارے کو تین مرتبہ پڑھے۔(مجالس حکیم الامت ص ۱۸۹)

ازالۂ رسم: بعض علاقوں میں تراویح میں ختم کے موقع پر حفاظِ کرام سورۂ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ گویا ایک رسم ہے اور بعض مرتبہ حافظ صاحب کے ایسا نہ کرنے پر کچھ لوگ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، یہ علامت ہے کہ وہ اسے لازم سمجھ رہے ہیں؛ حالانکہ ایک ہی رکعت میں سورۃ کو مکرر پڑھنا اگرچہ نفل نماز ہو بشرطے کہ باجماعت ادا کی جاتی ہو، جیسے تراویح خلافِ اولیٰ ہے؛ اس لیے قل ھو اللہ احد کے تکرار سے اگر رسماً نہ بھی ہو تب بھی بچنا چاہیے اور رسماً ہو تب تو مکروہ ہے ہی، اسے ترک کرنا چاہیے۔(امداد الفتاویٰ ۱/۴۹۱)

حواشی:

(۱) علم الکلام لمولانا ادریس الکاندھلوی۔
(۲) اتقان ۱/۱۳۶، الحبائك فی اخبار الملائك۔
(۳) مسلم شریف۔
(۴) شعب الایمان ۱/۳۸۱۔
(۵) حرز الامانی للشاطبی۔
(۶) البرہان للزرکشی ۱/۲۹۔
(۷) دیکھئے ''فتنۂ خلقِ قرآن'' تاریخ دعوت وعزیمت ۱/۹۴۔
(۸) الاتقان ۲/۱۶۶۔
(۹) بخاری ومسلم بحوالہ التبیان للنووی۔
(۱۰) بخاری ومسلم، التبیان۔
(۱۱) ترمذی۔
(۱۲) بخاری ومسلم۔
(۱۳) مسلم شریف۔
(۱۴) بخاری ومسلم۔
(۱۵) مسلم بحوالہ التبیان۔
(۱۶) ترمذی بحوالہ اتقان۔
(۱۷) شعب الایمان للبیہقی۔
(۱۸) کنز العمال ۱/۲۷۸، بیہقی فی الشعب۔
(۱۹) بحوالہ اتقان۔
(۲۰) اخرجہ ابوعبید۔
(۲۱) مسند احمد۔
(۲۲) بحوالہ اتقان۔
(۲۳) کنز العمال۔
(۲۴) اخرجہ الحاکم فی المستدرک۔
(۲۵) اتقان ۱/۱۹۵۔
(۲۶) اتقان ۲/۱۹۶ عن ابی عبید۔
(۲۷) ترمذی بحوالہ اتقان۔
(۲۸) طبرانی بحوالہ اتقان۔
(۲۹) ایضاً۔
(۳۰) ابوداود بحوالہ اتقان۔
(۳۱) ابوداود بحوالہ اتقان۔
(۳۲) بیہقی بحوالہ فضائل قرآن۔
(۳۳) اتقان۔
(۳۴) اتقان۔
(۳۵) اتقان عن ابی یعلی۔
(۳۶) اتقان ۲/۱۹۸۔
(۳۷) کنز العمال ۱/۲۹۳۔
(۳۸) مسلم بحوالہ اتقان۔
(۳۹) مستدرک حاکم۔
(۴۰) اذکار للنووی۔
(۴۱) بیہقی بحوالہ اتقان۔
(۴۲) مسلم، کنز العمال ۱/۲۸۷۔
(۴۳) کنز العمال ۱/۲۸۸۔
(۴۴) کنز العمال ۱/۲۹۰۔
(۴۵) اتقان ۲/۱۹۷۔
(۴۶) کنز العمال ۱/۲۹۶۔
(۴۷) ترمذی بحوالہ اتقان۔
(۴۹) اخرجہ ابوعبید مرسلاً۔
(۴۹) مستدرک بحوالہ اتقان۔
(۵۰) ترمذی بحوالہ اتقان۔
(۵۱) ترمذی بحوالہ اتقان۔
(۵۲) مسلم بحوالہ اتقان۔
(۵۳) بیہقی بحوالہ اتقان۔
(۵۴) اتقان ۲/۲۰۴۔

❁ ❁ ❁

ماہِ صفر کی بدعات اور ایک من گھڑت حدیث کا جائزہ

از: مفتی محمد راشد ڈسکوی
استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ''صَفَرُ المُظَفَّر'' شروع ہو چکا ہے، یہ مہینہ انسانیت میں زمانہ جاہلیت سے ہی منحوس، آسمانوں سے بلائیں اترنے والا اور آفتیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھا جاتا ہے، زمانۂ جاہلیت کے لوگ اس ماہ میں خوشی کی تقریبات (شادی، بیاہ اور ختنہ وغیرہ) قائم کرنا منحوس سمجھتے تھے اور قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ یہی نظریہ نسل در نسل آج تک چلا آرہا ہے؛ حالاں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی صاف اور واضح الفاظ میں اس مہینے اور اس مہینے کے علاوہ پائے جانے والے توہمات اور قیامت تک کے باطل نظریات کی تردید اور نفی فرمادی اور علی الاعلان ارشاد فرمادیا کہ: (اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر) ایک شخص کی بیماری کے دوسرے کو (خود بخود) لگ جانے (کا عقیدہ)، ماہِ صفر (میں نحوست ہونے کا عقیدہ) اور ایک مخصوص پرندے کی بد شگونی (کا عقیدہ) سب بے حقیقت باتیں ہیں۔ ملاحظہ ہو:

عَنْ أبي هُرَيْرَةَ رضي اللّٰهُ عنه قال: قال النبيُّ صلی اللہ علیہ وسلم :"لا عَدْوَىٰ ولا صَفَرَ ولا هَامَةَ". (صحيح البخاري، كتابُ الطِّب، بابُ الهامة، رقم الحديث: 5770، المكتبة السلفية)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں اس قسم کے فاسد و باطل خیالات ونظریات کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ایسے نظریات وعقائد کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں تلے روند چکے ہیں۔

ماہِ صفر کے بارے میں ایک موضوع اور من گھڑت روایت کا جائزہ

ماہِ صفر کے متعلق نحوست والا عقیدہ پھیلانے کی خاطر دشمنانِ اسلام نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹی روایات پھیلانے جیسے مکروہ اور گھناؤنے افعال سے بھی دریغ نہیں کیا، ذیل

میں ایک ایسی ہی من گھڑت روایت اوراس پر ائمہ جرح وتعدیل کا کلام ذکر کیا جاتا ہے، وہ من گھڑت حدیث یہ ہے:

”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صفَرَ، بَشَّرْته بِالْجَنَّةِ“.

ترجمہ: ”جو شخص مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوش خبری دے گا، میں اُسے جنت کی خوش خبری دوں گا“۔

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھا جاتا ہے، طریقۂ استدلال یہ ہے کہ چوں کہ اس مہینہ میں نحوست تھی؛ اس لیے سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس مہینے کے صحیح سلامت گذرنے پر جنت کی خوش خبری دی ہے۔

تو اس بارے میں جان لینا چاہیے کہ یہ حدیث موضوع ہے، نبی اکرم ﷺ کی طرف اس کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے؛ چناں چہ ائمۂ حدیث نے اس من گھڑت حدیث کے موضوع ہونے کو واضح کرتے ہوئے اس عقیدے کے باطل ہونے کو بیان کیا ہے، ان ائمہ میں ملا علی قاری، علامہ عجلونی، علامہ شوکانی اور علامہ طاہر پٹنی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں، ان حضراتِ ائمہ کا کلام ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

چناں چہ ملا علی القاري رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ“ لَا أَصْلَ لَه“.(الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرىٰ، حرف الميم، رقم الحديث: 437،2/324،المكتب الإسلامي)

اور علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی رحمہ اللہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ

”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ “ قال القاري في الموضوعات تبعاً للصغاني: ”لَا أَصْلَ لَه“. (كشف الخفاء و مزيل الإلباس، حرف الميم، رقم الحديث:2418، 2/538،مكتبة العلم الحديث)

اور شیخ الاسلام محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

”مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ “ قال الصغاني: ”موضوع“. وكذا قال العراقي. (الفوائد المجموعة في أحاديث الضعيفة والموضوعة للشوكانيؒ، كتاب الفضائل، أحاديث الأدعية والعبادات في الشهور، رقم

الحديث: 1260، ص:545، نزار مصطفیٰ الباز، مكة المكرمة)

اور علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكذا (أي: موضوع) "مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّةِ" قزويني، وكذا قال أحمد بن حنبل: اللآلئ عن أحمد ومما تدور في الأسواق ولا أصل له.

(تذكرة الموضوعات للفتني، ص:116، كتب خانه مجيديه، ملتان)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

میں نے ایسے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو ماہِ صفر میں سفر نہیں کرتے (یعنی: سفر کرنا درست نہیں سمجھتے) اور نہ ہی اس مہینے میں اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں، مثلاً: نکاح کرنا اور اپنی بیویوں کے پاس جانا وغیرہ اور اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ جو مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوش خبری دے گا، میں اُسے جنت کی بشارت دوں گا" سے دلیل پکڑتے ہیں، کیا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک (سند کے اعتبار سے) صحیح ہے؟ اور کیا اس مہینے میں نحوست ہوتی ہے؟ اور کیا اس مہینے میں کسی کام کے شروع کرنے سے روکا گیا ہے؟.....تو جواب ملا کہ ماہِ صفر کے بارے میں جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے، یہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو اہلِ نجوم کے ہاں پائی جاتیں تھی؛ جنہیں وہ اس لیے رواج دیتے تھے کہ ان کا وہ قول ثابت ہوسکے، جسے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے؛ حالاں کہ یہ صاف اور کھلا ہوا جھوٹ ہے (۵/۴۶۱)۔

نمبر:۲ اس منگھڑت اور موضوع روایت کو ایک طرف رکھیں، اس کے بالمقابل ماہِ صفر کے بارے میں بہت ساری صحیح احادیث ایسی موجود ہیں جو ماہِ صفر کی نحوست کی نفی کرتی ہیں، تو ایسی صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے موضوع حدیث پر عمل کرنا یا اس کی ترویج کرنا اور اس کے مطابق اپنا ذہن بنانا کوئی عقل مندی کی بات نہیں۔

نمبر:۳ محدثین عظام کی تصریحات کے مطابق مذکورہ حدیث موضوع اور منگھڑت ہے، لیکن اگر کچھ لمحات کے لیے یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو بھی اس حدیث سے ماہِ صفر کے منحوس ہونے پر دلیل پکڑنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اس صورت میں اس کا صحیح مطلب اور مصداق یہ ہوگا کہ چوں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا ربیع الاول میں وصال ہونے والا تھا اور آپ ﷺ کو اپنے رب عزوجل سے ملاقات کا بے حد اشتیاق تھا؛ اس لیے ربیع الاول کے شروع ہونے کا انتظار تھا؛

چناں چہ اس شخص کے لیے آپ نے جنت کی بشارت کا اعلان فرما دیا، جو ماہِ صفر کے ختم ہونے کی (اور ربیع الاول شروع ہونے کی) خبر لے کر آئے۔

خلاصۂ کلام! یہ کہ اس حدیث کا ماہِ صفر کی نحوست سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ اسے محض مسلمانوں میں غلط نظریات پھیلانے کی غرض سے گھڑا گیا ہے۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت

ماہِ صفر کے بارے میں لوگوں میں مشہور غلط عقائد ونظریات میں ایک ''اس مہینے کے آخری بدھ'' کا نظریہ بھی ہے، کہ اس بدھ کو نبی اکرم ﷺ کو بیماری سے شفا ملی اور آپ نے غسلِ صحت فرمایا، لہٰذا اس خوشی میں مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں، شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور بہت سے علاقوں میں تو اس دن خوشی میں روزہ بھی رکھا جاتا ہے اور خاص طریقے سے نماز بھی پڑھی جاتی ہے؛ حالاں کہ یہ بالکل خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ بات ہے، اس دن تو نبی اکرم ﷺ کے مرضِ وفات کی ابتداء ہوئی تھی، نہ کہ مرض کی انتہاء اور شفاء، یہ افواہ اور جھوٹی خبر دراصل یہودیوں کی طرف سے آپ کی مخالفت میں آپ کے بیمار ہونے کی خوشی میں پھیلائی گئی تھی اور مٹھائیاں تقسیم کی گئی تھیں۔

ذیل میں اس باطل نظریئے کی تردید میں اکابر علماء کے فتاویٰ اور دیگر عبارات پیش کی جاتیں ہیں جن سے اس رسمِ بد اور غلط روش کی اور صفر کے آخری بدھ میں نبی اکرم ﷺ کے شفایاب ہونے یا بیمار ہونے کی اچھی طرح وضاحت ہوجاتی ہے۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کو روزہ رکھنے کا شرعی حکم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ''امداد المفتین'' میں ایک سوال کے جواب میں صفر کے آخری بدھ کے روزے کی شرعی حیثیت واضح کرتے ہیں، جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ بلادِ ہند میں مشہور بایں طور ہے کہ اس دن خصوصیت سے نفلی روزہ رکھا جاتا ہے اور شام کو کچوری یا حلوہ پکا کر کھایا جاتا ہے، عوام اس کو ''کچوری روزہ'' یا ''پیر کا روزہ'' کہتے ہیں، شرعاً اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟

جواب: بالکل غلط اور بے اصل ہے، اس [روزہ] کو خاص طور سے رکھنا اور ثواب کا عقیدہ رکھنا بدعت اور ناجائز ہے، نبی اکرم ﷺ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم سے کسی ایک ضعیف حدیث میں [بھی] اس کا ثبوت بالالتزام مروی نہیں اور یہی دلیل ہے اس کے بطلان وفساد اور بدعت ہونے کی؛ کیونکہ کوئی عبادت ایسی نہیں، جو نبی اکرم ﷺ نے امت کو تعلیم کرنے سے بخل کیا

ہو۔(امداد المفتین، فصل فی صوم النذ روصوم النفل ،ص:416، دارالاشاعت)

ماہِ صفر کے آخری بدھ کوایک مخصوص طریقے سے ادا کی جانے والی نماز کا حکم

اس دن میں روزہ رکھنے کی طرح ایک نماز بھی ادا کی جاتی ہے، جس کی ادائیگی کا ایک مخصوص طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ دورکعت نماز، چاشت کے وقت، اس طرح ادا کی جائے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ دوآیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ دوآیتیں پڑھیں اورسلام پھیرنے کے بعد نبیِ اکرم ﷺ پردرود بھیجیں اوردعا کریں۔

اس طریقۂ نماز کی تخریج کے بعد حضرت علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''اس قسم کی مخصوص طریقوں سے ادا کی جانے والی نمازوں کا حکم یہ ہے کہ اگراس مخصوص طریقہ کی شریعت میں مخالفت موجود ہوتو کسی کے لیےان منقول طریقوں کے مطابق نماز ادا کرنا جائزنہیں ہےاور یہ مخصوص طریقے والی نماز شریعت سے متصادم نہ ہوتو پھران طریقوں سے نماز ادا کرنا مخصوص شرائط کالحاظ رکھتے ہوئے جائزہے، ورنہ جائزنہیں۔

وہ شرائط یہ ہیں:

(1) اِن نمازوں کوادا کرنے والااِن کے لیےایسااہتمام نہ کرے، جیسا کہ شرعاً ثابت شدہ نمازوں (فرائض وواجبات وغیرہ) کے لیے کیاجاتا ہے۔

(2) ان نمازوں کوشارع علیہ السلام سے منقول نہ سمجھے۔

(3) ان منقول نمازوں کے ثبوت کاوہم نہ رکھے۔

(4) ان نمازوں کوشریعت کے دیگر مستحبات وغیرہ کی طرح مستحب نہ سمجھے۔

(5) ان نمازوں کا اس طرح التزام نہ کیا جائے جس کی شریعت کی طرف سے ممانعت ہو۔جاننا چاہیے کہ ہر مباح کام کو جب اپنے اوپر لازم کرلیا جائے ،تو وہ شرعاً مکروہ ہو جاتا ہے۔اس کے بعد لکھا ہے کہ موجودہ زمانے میں ایسے افراد معدوم (نہ ہونے کے برابر) ہیں جو مذکورہ شرائط کی پاسداری رکھ سکیں اورشرائط کی رعایت کیے بغیران نمازوں کوادا کرنے کاحکم اوپر گذرچکا ہے کہ یہ عمل ''نیکی برباد، گناہ لازم'' کا مصداق تو بن سکتا ہے،تقرب الی اللہ کانہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے مخصوصة، القول الفیصل في هٰذا المقام: 5/ 103، 104، إدارة القرآن كراتشي)

صفر کے آخری چار شنبہ کا حکم

سوال: صفر کے آخری چہار شنبہ کو اکثر عوام خوشی وسرور وغیرہ میں اطعامُ الطعام [کھانا کھلانا] کرتے ہیں، شرعاً اس باب میں کیا ثابت ہے؟

جواب: شرعاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں، سب جہلاء کی باتیں ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب العلم، ص: 171، عالمی مجلس تحفظِ اسلام، کراچی)

صفر کے آخری بدھ کی رسومات اور فاتحہ کا حکم

سوال: آخری چہار شنبہ جو صفر کے مہینے میں ہوتا ہے، اس کے اعمال شریعت میں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب: آخری چہار شنبہ کے متعلق جو باتیں مشہور ہیں اور جو رسمیں ادا کی جاتی ہیں، یہ سب بے اصل ہیں۔ (کفایت المفتی، کتاب العقائد: 2/302، ادارہ الفاروق، جامعہ فاروقیہ کراچی)

صفر کے آخری چہار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا

سوال: یہاں مرادآباد میں ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو ”کارخانہ دار“ ان ظروف کی طرف سے کاریگروں کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، بلا مبالغہ یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ ہے؛ کیونکہ صدہا کاریگر ہیں اور ہر ایک کو اندازاً کم وبیش پاؤ بھر مٹھائی ملتی ہے، ان کے علاوہ دیگر کثیر متعلقین کو کھلانی پڑتی ہے، مشہور یہ روایت کر رکھی ہے کہ اس دن حضرت رسول اللہ ﷺ نے غسلِ صحت کیا تھا؛ مگر از روئے تحقیق بات برعکس ثابت ہوئی کہ اس دن حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے مرضِ وفات میں غیر معمولی شدت تھی، جس سے خوش ہوکر دشمنانِ اسلام یعنی یہودیوں نے خوشی منائی تھی، احقر نے اس کا ذکر ایک کارخانہ دار سے کیا تو معلوم ہوا کہ جاہل کاریگروں کی ہوا پرستی اور لذت پروری اتنی شدید ہے کہ کتنا ہی ان کو سمجھایا جائے وہ ہرگز نہیں مانتے اور چوں کہ کارخانوں کی کامیابی کا دارو مدار کاریگروں ہی پر ہے، تو اگر کوئی کارخانہ دار ہمت کر کے شیرینی تقسیم نہ کرے تو جاہل کاریگر اس کے کارخانہ کو سخت نقصان پہنچائیں گے، کام کرنا چھوڑ دیں گے۔

الف: حقیقت کی رو سے مذکورہ تقسیم شیرینی کا شمار افعالِ کفریہ، اسلام دشمنی سے ہونا تو عقلاً ظاہر ہے، تو بلا عذرِ شرعی اس کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ مذکورہ حقیقت سے ناواقف ہی کیوں نہ ہو؟

ب: جاہل کاریگروں کی ایذاء رسانی سے حفاظت کے لیے کارخانہ داروں کا فعلِ مذکور میں

معذور مانا جاسکتا ہے؟

ج: ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ سے متعلق جو صحیح روایات اوپر مذکور ہوئیں، وہ کس کتاب میں ہیں؟

د: حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے مرضِ وفات میں شدت کی خبر پا کر یہودیوں نے کس طرح خوشی منائی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشی کی تقریب منانا، مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً بے دلیل ہے، اس تاریخ میں غسلِ صحت ثابت نہیں؛ البتہ شدتِ مرض کی روایت "مدارجُ النبوۃ" (2/ 707- 704، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) میں ہے۔

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت وشقاوت کا تقاضا ہے۔

(الف) مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا نہ شدتِ مرض کی خوشی میں [ہوتا] ہے، نہ یہود کی موافقت کی خاطر [ہوتا] ہے، نہ ان کو اس روایت کہ خبر ہے، نہ یہ فی نفسی کفر وشرک ہے: اس لیے ان حالات میں کفر وشرک کا حکم نہ ہوگا۔ ہاں یہ کہا جائے گا کہ یہ طریقہ غلط ہے، اس سے بچنا لازم ہے، حضور اکرم ﷺ کا اس روز غسلِ صحت [کرنا] ثابت نہیں ہے، [اور آپ ﷺ کی طرف] کوئی غلط بات منسوب کرنا سخت معصیت ہے، [نیز!] بغیر نیتِ موافقت بھی یہود کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

(ب) نہایت نرمی وشفقت سے کارخانہ دار اپنے کاریگروں کو بہت پہلے سے تبلیغ وفہمائش کرتا رہے اور اصل حقیقت اس کے ذہن میں اتار دے، ان کا مٹھائی کا مطالبہ کسی دوسری تاریخ میں حُسنِ اُسلوب سے پورا کردے، مثلاً: رمضان، عید، بقرعید وغیرہ کے موقع پر دے دیا کرے، جس سے ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ یہ بخل کی وجہ سے انکار کرتا ہے، بہرحال کارخانہ دار بڑی حد تک معذور رہے۔

(ج) مدارجُ النبوہ میں ہے۔ (2/ 707- 704، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

(د) یہود نے کس طرح خوشی منائی؟ اس کی تفصیل نہیں معلوم۔ (فتاویٰ محمودیہ، باب البدعات والرسوم: 3/ 280، ادارہ الفاروق، جامعہ فاروقیہ کراچی)

صفر کے آخری بدھ میں عمدہ کھانا پکانا

سوال: ماہِ صفر کے آخری بدھ کو بہترین کھانا پکانا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو نبی کریم ﷺ کو مرض سے شفاء ہوئی تھی، اس خوشی میں کھانا پکانا چاہیے، یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ غلط اور من گھڑت عقیدہ ہے؛ اس لیے ناجائز اور گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ، کتاب الایمان والعقائد، باب فی رد البدعات: 1/360، ایچ ایم سعید)

صفر کے آخری بدھ کو چُری کرنا بدعت اور رسم قبیحہ ہے

سوال: ہمارے علاقے صوبہ سرحد میں ماہِ صفر میں خیرات کرنے کا ایک خاص طریقہ رائج ہے، جس کو پشتو زبان میں (چُری) کہتے ہیں، عوام الناس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں کی تھی۔ ''ماہنامہ النصیحہ'' میں مولانا گوہر شاہ اور مولانا رشید احمد صدیقی مفتی دارالعلوم حقانیہ نے اپنے اپنے مضامین میں اس کی تردید کی ہے کہ یہ (چُری) وخیرات یہودیوں نے حضور ﷺ کی بیماری کی خوشی میں کی تھی اور مسلمانوں میں یہ رسم [وہاں] سے منتقل ہوگئی ہے، اس کی وضاحت فرمائیے؟

الجواب: چوں کہ چُری نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ آثار اور کتبِ فقہ سے۔ لہٰذا اس کو ثواب کی نیت سے کرنا بدعتِ سیئہ ہے اور رواج کی نیت سے کرنا رسمِ قبیحہ اور التزام مالا یلزم ہے، نیز حاکم کی روایت میں مسطور ہے کہ حضور ﷺ کی بیماری کے آخری چہار شنبہ میں زیادتی آئی تھی اور عوام کہتے ہیں کہ بیماری میں خفت آگئی تھی اور عوام حضور ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ ''انہوں نے چُری مانگی'' اور یہ نسبت وضع حدیث اور حرام ہے، لِعَدَمِ ثُبُوتِ هَذا الْحَدِيْثِ فِي كُتُبِ الأَحَادِيْثِ وَلَا بِالإِسْنَادِ الثَّابِتِ، وَهُوَ الْمُوَفِّقُ. (فتاویٰ فریدیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، 1/296، مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

چُری کے بارے میں دلائل غلط اور من گھڑت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین، مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صفر کے آخری بدھ کو جو چُری کی جاتی ہے، اس کے جواز میں دو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، (۱) کہ نبی اکرم ﷺ اس صفر کے مہینے میں بیمار ہوئے تھے، پھر جب اس مہینے میں صحت یاب ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شکریہ میں خیرات وصدقہ کیا ہے، (۲) حضور ﷺ جب اس مہینے میں بیمار رہوئے، تو یہود نے اس کی خوشی ظاہر کرنے کے لیے اس مہینے میں خیرات کیا اور خوشی منائی،

لہٰذا ہم جو یہ خیرات کرتے ہیں یا تو اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیرات کی تھی یا یہود کے مقابلے میں کہ جو انہوں نے خوشی منائی تھی، ہم قصداً ان سے مقابلے میں تشکرِ نعمت کے لیے کرتے ہیں، لہٰذا علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ یہ دلائل صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب: ثواب کی نیت سے چُری کرنا بدعتِ سیئہ ہے؛ کیوں کہ غیر سنت کو سنت قرار دینا غیر دین کو دین قرار دینا ہے، جو کہ بدعت ہے، ان مجوزین کے لیے ضروری ہے کہ ان احادیثِ مذکورہ کی سند ذکر کریں اور یا ایسی کتاب کا حوالہ دیں جو کہ سندِ احادیث کو ذکر کرتی ہو یا کم از کم متداول کتبِ فقہ کا حوالہ ذکر کریں۔

مزید بریں! یہ کہ حاکم نے روایت کی ہے کہ پیغمبر ﷺ آخری چہار شنبہ کو بیمار ہوئے، یعنی بیماری نے شدت اختیار کی اور تاریخ میں یہ مسطور ہے کہ یہود نے اس دن خوشی منائی اور دعوتیں تیار کیں اور یہ ثابت نہیں کہ اہلِ اسلام نے اس کے مقابل کوئی کاروائی کی. وهُوَ الْمُوَفِّقُ.(فتاویٰ فریدیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، 1/298، مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

چُری کی خوراک کھانے کا حکم

سوال: چُری کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اس کی خوراک کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا وتوجروا

الجواب: چُری بقصدِ ثواب مکروہ ہے، لِأَنَّ فِيهِ تَخْصِيصُ الزَّمَانِ وَالنَّوْعِ بِلَا مُخَصِّصٍ، يَدُلُّ عَلَيْهِ مَا فِي الْبَحْرِ(:2/159) البتہ عوام کے لیے اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے، لما في الهنديه: وَلَا يُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي أَيَّامِ الْمُصِيبَةِ وَإِذَا اتَّخَذَ لَا بَأْسَ بِالْأَكْلِ مِنْهُ، كذا في خِزانةِ المفتين.5/380. (فتاویٰ فریدیہ، کتاب السنۃ و البدعۃ، 1/299، مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

صفر المظفر کے آخری بدھ کو خوشی منانے کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ کچھ لوگ ماہِ صفر المظفر کے آخری بدھ کو خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کو مرض سے شفاء ہوئی تھی اور اس دن بلائیں اوپر چلی جاتی ہیں؛ اس لیے اس دن خوشیاں مناتے ہوئے شیرینی تقسیم کرنی چاہیے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ماہِ صفر میں اس عمل کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: ماہِ صفر المظفر کو منحوس سمجھنا خلافِ اسلام عقیدہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، اس ماہِ مبارک میں نہ تو آسمان سے بلائیں اترتی ہیں اور نہ اس کے آخری

بدھ کو اوپر جاتی ہیں اور نہ ہی امام الانبیاء جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کو اس دن مرض سے شفاء یابی ہوئی تھی؛ بلکہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۲۸/صفر کو آنحضرت ﷺ بیمار ہوئے تھے، مفتی عبدالرحیم فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کے لیے آخری چہار شنبہ کے طور پر خوشی کا دن منانا جائز نہیں۔'' شمس التواریخ'' وغیرہ میں ہے کہ ۲۶/صفر ۱۱ھ دوشنبہ کو آں حضرت ﷺ نے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ۲۷/صفر سہ شنبہ کو اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ امیرِ لشکر مقرر کیے گئے، ۲۸/صفر چہار شنبہ کو اگرچہ آپ ﷺ بیمار ہوچکے تھے؛ لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اُسامہ کو دیا تھا، ابھی (لشکر کے) کوچ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آخر چہار شنبہ اور پنج شنبہ میں آپ ﷺ کی علالت خوفناک ہوگئی اور ایک تہلکہ سا مچ گیا، اسی دن عشاء سے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا۔ (شمس التواریخ: 2/1008)

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸/صفر کو چہار شنبہ (بدھ) کے روز آنحضرت ﷺ کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لیے تو خوشی کا ہے ہی نہیں؛ البتہ یہود وغیرہ کے لیے شادمانی کا دن ہوسکتا ہے، اس روز کو تہوار کا دن ٹھہرانا، خوشیاں منانا، مدارس وغیرہ میں تعطیم کرنا، یہ تمام باتیں خلافِ شرع اور ناجائز ہیں''۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب البدعۃ والرسوم: 2/84، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، وکذا فی فتاویٰ رحیمیہ، مایتعلق بالسنۃ والبدعۃ: 2/68،69، دارالاشاعت)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی تالیف ''سیرت المصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں کہ ''ماہِ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ ﷺ ایک بار شب کو اُٹھے اور اپنے غلام ''ابومویہبہ'' کو جگایا اور فرمایا کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اہلِ بقیع کے لیے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہوگیا، سر درد اور بخار کی شکایت پیدا ہوگئی۔ یہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا''۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ، علالت کی ابتداء: 3/156، کتب خانہ مظہری، کراچی)

سیرۃ النبی ﷺ میں علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''صفر/۱۱ ہجری میں آدھی رات کو آپ ﷺ جنت البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا، تشریف لے گئے، وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا، یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہار شنبہ تھا''۔ (سیرۃ النبی: 2/115، اسلامی کتب خانہ)

اسی کے حاشیہ میں ''علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ'' لکھتے ہیں:

''اس لیے تیرہ [۱۳] دن مدتِ علالت صحیح ہے، علالت کے پانچ دن آپ ﷺ نے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے، اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ (بدھ) سے ہوتا ہے''۔ (حاشیہ سیرۃ النبی:2/114، اسلامی کتب خانہ)

سیرۃ خاتم الانبیاء ﷺ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''۲۸ر صفر ۱۱ ہجری چہار شنبہ کی رات آپ ﷺ قبرستان بقیعِ غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دعاءِ مغفرت کی اور فرمایا: اے اہلِ مقابر تمھیں اپنا حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو، کیوں کہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں، وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہوگئی''۔ (سیرت خاتم الانبیاء، ص:126، مکتبۃ المیزان، لاہور)۔

خلاصۂ بحث

اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ''مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوْجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُه بِالْجَنَّة'' والی روایت ثابت نہیں ہے؛ بلکہ موضوع اور من گھڑت ہے، اس کو بیان کرنا اور اس کے مطابق اپنا ذہن و عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ نیز! ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس دن نبی اکرم ﷺ کو بیماری سے شفاء ملنے والی بات بھی جھوٹی اور دشمنانِ اسلام یہودیوں کی پھیلائی ہوئی ہے، اس دن تو معتبر روایات کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی بیماری کی ابتداء ہوئی تھی نہ کہ شفاء کی۔

لہٰذا ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم خود بھی اس طرح کے توہمات و منکرات سے بچیں اور قدرت بھر دوسروں کو بھی اس طرح کی خرافات سے بچانے کی کوشش کریں۔

❁ ❁ ❁

امام ابوحنیفہ رحؒ نعمان بن ثابت
حیات اور کارنامے

از: مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی، ریاض

حضرت امام اعظم کا اسم گرامی ''نعمان'' اور کنیت ''ابوحنیفہ'' ہے۔ ولادت ۸۰ھ میں عراق کے کوفہ شہر میں ہوئی۔ آپ فارسی النسل تھے۔ والد کا نام ثابت تھا اور آپ کے دادا نعمان بن مرزبان کابل کے اعیان واشراف میں بڑی فہم وفراست کے مالک تھے۔آپ کے پردادا مرزبان فارس کے ایک علاقہ کے حاکم تھے۔آپ کے والد حضرت ثابتؒ بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں لائے گئے تو حضرت علیؓ نے آپ اور آپ کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور دعا اس طرح قبول ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے عظیم محدث وفقیہ اور عابد وزاہد شخصیت پیدا ہوئی۔

آپ نے زندگی کے ابتدائی ایام میں ضروری علم کی تحصیل کے بعد تجارت شروع کی؛ لیکن آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے علمِ حدیث کی معروف شخصیت شیخ عامر شعبی کوفیؒ (۱۷ھ-۱۰۴ھ) -جنھیں پانچ سو سے زیادہ اصحابِ رسول ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہے- نے آپ کو تجارت چھوڑ کر مزید علمی کمال حاصل کرنے کا مشورہ دیا؛ چنانچہ آپ نے امام شعبیؒ کے مشورہ پر علم کلام، علم حدیث اور علم فقہ کی طرف توجہ فرمائی اور ایسا کمال پیدا کیا کہ علمی وعملی دنیا میں ''امام اعظم'' کہلائے۔ آپ نے کوفہ، بصرہ اور بغداد کے بے شمار شیوخ سے علمی استفادہ کیا اور حصول علم کے لیے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور شام کے متعدد اسفار کیے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصورؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو عہدۂ قضا پیش کیا؛ لیکن آپ نے معذرت چاہی تو وہ اپنے مشورہ پر اصرار کرنے لگا؛ چنانچہ آپ نے صراحۃً انکار کردیا اور قسم کھالی کہ وہ یہ عہدہ قبول نہیں کرسکتے، جس کی وجہ سے ۱۴۶ ہجری میں آپ کو قید کردیا گیا۔ امام صاحب کی علمی شہرت کی وجہ سے قید خانہ میں بھی تعلیمی سلسلہ جاری رہا اور امام محمدؒ جیسے محدث وفقیہ

نے جیل میں ہی امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ امام ابوحنیفہؒ کی مقبولیت سے خوفزدہ خلیفۂ وقت نے امام صاحبؒ کو زہر دلوادیا۔ جب امام صاحبؒ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اوراسی حالت میں وفات پاگئے۔ تقریباً پچاس ہزار افراد نے نمازِ جنازہ پڑھی، بغداد کے خیزران قبرستان میں دفن کیے گئے۔ ۳۷۵ھ میں اس قبرستان کے قریب ایک بڑی مسجد ''جامعُ الامام الاعظم'' تعمیر کی گئی جو آج بھی موجود ہے۔ غرض ۱۵۰ھ میں صحابہؓ وبڑے بڑے تابعینؒ سے روایت کرنے والا ایک عظیم محدث وفقیہ دنیا سے رخصت ہوگیا اوراس طرح صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے قاضی کے عہدہ کو قبول نہ کرنے والے نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کردیا؛ تاکہ خلیفۂ وقت اپنی مرضی کے مطابق کوئی ایسا فیصلہ نہ کراسکے جس سے مالکِ حقیقی ناراض ہوں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی بشارت:

مفسر قرآن شیخ جلال الدین سیوطی شافعی مصریؒ (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب ''**تبییض الصحیفة فی مناقب الإمام ابی حنیفہؒ**'' میں بخاری ومسلم ودیگر کتب حدیث میں وارد نبی اکرم ﷺ کے اقوال: ﴿اگر ایمان ثریا ستارے کے قریب بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے بعض لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (بخاری) اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہوگا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص اس میں سے اپنا حصہ حاصل کرلے گا۔ (مسلم) اگر علم ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کرلے گا۔ (طبرانی) اگر دین ثریا ستارہ پر بھی معلق ہوگا تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (طبرانی)﴾ ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے امام ابوحنیفہؒ (شیخ نعمان بن ثابتؒ) کے بارے میں ان احادیث میں بشارت دی ہے اور یہ احادیث امام صاحب کی بشارت وفضیلت کے بارے میں ایسی صریح ہیں کہ ان پر مکمل اعتماد کیا جاتا ہے۔ **شیخ ابن حجر الهیتمی المکی الشافعیؒ** (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے اپنی مشہور ومعروف کتاب **"الخیرات الحِسان فی مناقبِ إمام أبی حنیفه"** میں تحریر کیا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے بعض تلامذہ نے فرمایا اورجس پر ہمارے مشائخ نے بھی اعتماد کیا ہے کہ ان احادیث کی مراد بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ ہیں؛ اس لیے کہ اہلِ فارس میں ان کے معاصرین میں سے کوئی بھی علم کے اس درجہ کو نہیں پہنچا جس پر امام صاحب فائز تھے۔

﴿وضاحت﴾: ان احادیث کی مراد میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے؛ مگر عصرِ قدیم سے عصرِ حاضر تک ہر زمانہ کے محدثین وفقہاء وعلماء کی ایک جماعت نے تحریر کیا ہے کہ ان احادیث سے مراد حضرت امام حنیفہؒ ہیں۔ علماء شوافع نے خاص طور پر اس قول کو مدلل کیا ہے، جیسا کہ شافعی

مکتبۂ فکر کے دو مشہور جید علماء کے اقوال ذکر کیے گئے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (جو فنِ حدیث کے امام شمار کیے جاتے ہیں) سے جب امام ابوحنیفہؒ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا، اس لیے کہ وہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے، وہاں صحابۂ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ موجود تھے، ان کا انتقال اس کے بعد ہوا ہے۔ بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ تھے اور ان کا انتقال ۹۰ یا ۹۳ ہجری میں ہوا ہے۔ ابن سعدؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کہا جائے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے اور وہ طبقۂ تابعین میں سے ہیں۔ نیز حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ بھی اس شہر میں دیگر صحابۂ کرامؓ اس وقت حیات تھے۔

شیخ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ نے "عقود الجمان فی مناقبِ الامام ابی حنیفہؒ" کے نویں باب میں ذکر کیا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس زمانہ میں پیدا ہوئے جس میں صحابۂ کرامؓ کی کثرت تھی۔

اکثر محدثین (جن میں امام خطیب بغدادیؒ، علامہ نوویؒ، علامہ ابن حجرؒ، علامہ ذہبیؒ، علامہ زین العابدین سخاویؒ، حافظ ابونعیم اصبہانیؒ، امام دارقطنیؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ اور علامہ ابن الجوزیؒ کے نام قابل ذکر ہیں) کا یہی فیصلہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

محدثین ومحققین کی تشریح کے مطابق صحابی کے لیے حضور اکرم ﷺ سے روایت کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ دیکھنا بھی کافی ہے، اسی طرح تابعیت کا معاملہ بھی ہے کہ تابعی کہلانے کے لیے صحابیِ رسول ﷺ سے روایت کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ صحابی کا دیکھنا بھی کافی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت کو دیکھنے کے علاوہ بعض صحابۂ کرامؓ خاص کر حضرت انس بن مالکؓ سے احادیث روایت بھی کی ہیں۔

غرضے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور آپ کا زمانہ صحابہ، تابعین اور تبعِ تابعین کا زمانہ ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جس دور کی امانت ودیانت اور تقویٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم (سورۂ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰) میں فرمایا ہے۔ نیز نبیِ اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ بہترین زمانوں میں سے ایک ہے۔ علاوہ ازیں حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی حیات میں ہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارت دی تھی، جیسا کہ بیان کیا جاچکا، جس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور فضیلت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے۔

صحابۂ کرام سے امام ابوحنیفہؒ کی روایات:

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعیؒ (متوفی ۴۷۸ھ) نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مختلف صحابۂ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں۔ (۱) حضرت انس بن مالکؓ (۲) حضرت عبداللہ بن جزاء الزبیدیؓ (۳) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۴) حضرت معقل بن یسارؓ (۵) حضرت واثلہ بن الاسقعؓ (۶) حضرت عائشہ بنت عجرؓ۔

﴿وضاحت﴾: محدثین کی ایک جماعت نے ۸ صحابۂ کرامؓ سے امام ابوحنیفہؒ کا روایت کرنا ثابت کیا ہے؛ البتہ بعض محدثین نے اس سے اختلاف کیا ہے؛ مگر امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے پر جمہور محدثین کا اتفاق ہے۔

فقہاء ومحدثین کی بستی-شہر کوفہ:

حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ملک عراق فتح ہونے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے آپ کی اجازت سے ۱۷ ہجری میں کوفہ شہر بسایا، قبائل عرب میں سے فصحاء کو آباد کیا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو وہاں بھیجا؛ تاکہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرمائیں۔ صحابۂ کرامؓ کے درمیان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی علمی حیثیت مسلّم تھی، خود صحابۂ کرامؓ بھی مسائلِ شرعیہ میں ان سے رجوع فرماتے تھے۔ ان کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کتبِ حدیث میں موجود ہیں: ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کے طریق کو لازم پکڑو.... جو قرآن پاک کو اُس انداز میں پڑھنا چاہیے، جیسا نازل ہوا تھا تو اُس کو چاہیے کہ ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کی قرات کے مطابق پڑھے.... حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ علم سے بھرا ہوا ایک ظرف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں اہل کوفہ کو قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے عہدِ خلافت میں جب دارالخلافہ کوفہ منتقل کردیا گیا تو کوفہ علم کا گہوارہ بن گیا۔ صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی ایک جماعت خاص کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں نے اس بستی کو علم وعمل سے بھردیا۔ صحابۂ کرامؓ کے درمیان فقیہ کی حیثیت رکھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی ورثہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور استاذ شیخ حمادؒ اور مشہور تابعی شیخ ابراہیم نخعیؒ وشیخ علقمہؒ کے ذریعہ امام ابوحنیفہ تک پہونچا۔ شیخ حمادؒ صحابیِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کے بھی سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں۔ شیخ حمادؒ کی صحبت میں امام ابوحنیفہؒ تقریباً ۱۸ سال رہے اور شیخ حمادؒ کے انتقال کے بعد کوفہ میں ان کی مسند پر امام ابوحنیفہؒ

کو ہی بٹھایا گیا۔ غرضے کہ امام ابوحنیفہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی ورثہ کے وارث بنے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات اور ان کے فیصلہ کو ترجیح دیتے ہیں، مثلاً کتبِ احادیث میں وارد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے نماز میں رکوع سے قبل وبعد رفعِ یدین نہ کرنے کو سنت قرار دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہدِ خلافت میں تدوینِ حدیث اور امام ابوحنیفہؒ:

خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۶۱ھ-۱۰۱ھ) کے خاص اہتمام سے وقت کے دو جید محدِّث شیخ ابوبکر بن الحزمؒ (متوفی ۱۲۰ھ) اور محمد بن شہاب زُہریؒ (متوفی ۱۲۵ھ) کی زیرنگرانی احادیثِ رسول کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا؛ اب تک یہ احادیث منتشر حالتوں میں سینوں میں محفوظ چلی آرہی تھیں۔ اسلامی تاریخ میں ان ہی دونوں محدث کو حدیث کا مدوّنِ اوّل کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں عمومی طور پر احادیث لکھنے سے منع فرمادیا تھا؛ تاکہ قرآن وحدیث ایک دوسرے سے مل نہ جائیں؛ البتہ بعض فقہاءِ صحابہ (جنھیں قرآن وحدیث کی عبارتوں کے درمیان فرق معلوم تھا) کو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی احادیث لکھنے کی محدود اجازت تھی۔ خلفاء راشدین کے عہد میں جب قرآن کریم تدوین کے مختلف مراحل سے گزر کر ایک کتابی شکل میں امتِ مسلمہ کے ہر فرد کے پاس پہونچ گیا تو ضرورت تھی کہ قرآنِ کریم کے اصل مفسر وخاتم النّبیین وسید المرسلین حضورِ اکرم ﷺ کی احایث کو بھی مدون کیا جائے؛ چنانچہ احادیثِ رسول کا مکمل ذخیرہ جو منتشر اوراق اور زبانوں پر جاری تھا، انتہائی احتیاط کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی عہدِ خلافت (۹۹ھ-۱۰۱ھ) میں مرتب کیا گیا۔ احادیثِ نبویہ کے اس ذخیرہ کی سند میں عموماً دو راوی تھے ایک صحابی اور تابعی، بعض احادیث صرف ایک سند یعنی صحابی سے مروی تھیں۔ ان احادیث کے ذخیرہ میں ضعیف یا موضوع ہونے کا احتمال بھی نہیں تھا۔ نیز یہ وہ مبارک دور تھا، جس میں اسماء الرجال کا علم باضابطہ وجود میں نہیں آیا تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی؛ کیونکہ حدیثِ رسول بیان کرنے والے صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظامؒ یا پھر تبع تابعین حضرات تھے اور ان کی امانت ودیانت اور تقوی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰) میں فرمایا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کو انھیں احادیث کا ذخیرہ ملا تھا؛ چنانچہ انھوں نے قرآنِ کریم اور احادیث کے اس ذخیرہ سے استفادہ فرماکر امتِ مسلمہ کو اس طرح مسائلِ شرعیہ سے واقف کرایا کہ ۱۳۰۰ سال گزرجانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے اور ایک ہزار سال سے امتِ مسلمہ کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی تفسیر وتشریح اور وضاحت وبیان پر ہی عمل کرتی چلی

آرہی ہے۔امام ابوحنیفہؒ کواحادیث رسول ﷺ صرف دوواسطوں (صحابی اورتابعی) سے ملی ہیں؛ بلکہ بعض احادیث امام ابوحنیفہؒ نے صحابۂ کرامؓ سے براہ راست بھی روایت کی ہیں۔دوواسطوں سے ملی احادیث کواحادیث ثنائی کہا جاتا ہے، جوسند کے اعتبار سے حدیث کی اعلیٰ قسم شمار ہوتی ہے۔بخاری ودیگر کتبِ حدیث میں ۲ واسطوں کی کوئی بھی حدیث موجود نہیں ہے،۳ واسطوں والی یعنی احادیث ثلاثیات بخاری میں صرف ۲۲ ہیں، ان میں سے ۲۰ احادیث امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے روایت کی ہیں۔

۸۰ھ سے ۱۵۰ھ تک اسلامی حکومت اورحضرت امام ابوحنیفہؒ:

امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دورِحکومت میں ہوئی، جس کا انتقال ۸۶ ہجری میں ہوا،اس کے بعداس کا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔۱۰ سال حکمرانی کے بعد ۹۶ ہجری میں اس کا بھی انتقال ہوگیا پھراس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک جانشین بنا۔۳ سال کی حکمرانی کے بعد ۹۹ ہجری میں یہ بھی رخصت ہوا؛ لیکن سلیمان بن عبدالملک نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کواپنا جانشین مقررکرکے ایسا کارنامہ انجام دیا جس کوتاریخ کبھی نہیں بھلاسکتی۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِخلافت (۹۹ھ-۱۰۱ھ) اگرچہ نہایت مختصر رہا؛ مگر خلافتِ راشدہ کا زمانہ لوگوں کو یاد آگیا حتی کہ رعایا میں ان کا لقب خلیفۂ خامس (پانچواں خلیفہ) قرار پایا۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِخلافت میں امام ابوحنیفہؒ کی عمر (۱۹-۲۱) سال تھی۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کارناموں میں ایک اہم کارنامہ تدوینِ حدیث ہے جس کی تدوین کا مختصر بیان گزرچکا غرضے کہ تدوین حدیث کا اہم دورامام ابوحنیفہؒ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے اسلامی دورکی دوبڑی حکومتوں (بنوامیہ اوربنوعباس) کو پایا۔خلافتِ بنوامیہ کے آخری دورمیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حکمرانوں سے اختلاف ہوگیا تھا،جس کی وجہ سے آپ مکہ مکرمہ چلے گئے اوروہیں سات سال رہے۔خلافت بنوعباس کے قیام کے بعد آپ پھرکوفہ تشریف لے آئے۔عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور حکومت کی مضبوطی اور پائیداری کے لیے امام ابوحنیفہؒ کی تایید ونصرت چاہتا تھا،جس کے لیے اس نے ملک کا خاص عہدہ پیش کیا؛ مگر آپ نے حکومتی معاملات میں دخل اندازی سے معذرت چاہی؛ کیونکہ حکمرانوں کے اغراض ومقاصد سے امام ابوحنیفہؒ اچھی طرح واقف تھے۔اسی وجہ سے ۱۴۶ ہجری میں آپ کوجیل میں قید کردیا گیا؛ لیکن جیل میں بھی آپ کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی اوروہاں بھی آپ نے قرآن وحدیث اورفقہ کی تعلیم جاری رکھی؛ چنانچہ امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جیل میں ہی تعلیم حاصل کی۔حکمرانوں نے

اس پر ہی بس نہیں کیا؛ بلکہ روزانہ ۲۰ کوڑوں کی سزا بھی مقرر کی (خطیب البغدادی ج ۱۳ص ۳۲۸)۔ ۱۵۰ھجری میں امام صاحبؒ دارِفانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔امام احمد بن حنبلؒ امام ابوحنیفہؒ کے آزمائشی دور کو یاد کرکے رویا کرتے تھے اور ان کے لیے دعاء رحمت کیا کرتے تھے۔ (الخیراتُ الحِسان ج ۱ص ۵۹)

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علمِ حدیث:

امام ابوحنیفہؒ سے احادیث کی روایت کتبِ حدیث میں کثرت سے نہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ تأثر پیش کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں مہارت کم تھی؛ حالانکہ غور کریں کہ جس شخص نے صرف بیس سال کی عمر میں علم حدیث پر توجہ دی ہو، جس نے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا بہترین زمانہ پایا ہو، جس نے صرف ایک یا دو واسطوں سے نبی اکرم ﷺ کی احادیث سنی ہوں، جس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی کے شاگردوں سے ۱۸سال تربیت حاصل کی ہو، جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عہدِ خلافت پایا ہو جو تدوینِ حدیث کا سنہرا دور دیکھا ہو، جس نے کوفہ، بصرہ، بغداد، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ملک شام کے ایسے اساتذہ سے احادیث پڑھی ہو جو اپنے زمانے کے بڑے بڑے محدث تھے، جس نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہزاروں مسائل کا استنباط کیا ہو، قرآن وحدیث کی روشنی میں کیے گئے جس کے فیصلے کو تقریباً ہزار سال کے عرصہ سے زیادہ امت مسلمہ نیز بڑے بڑے علماء ومحدثین ومفسرین تسلیم کرتے چلے آئے ہوں، جس نے فقہ کی تدوین میں اہم رول ادا کیا ہو، جو صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی وارث بنا ہو، جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقہاء صحابہؓ کے شاگردوں سے علمی استفادہ کیا ہو، جس کے تلامذہ بڑے بڑے محدث، فقیہ اور امامِ وقت بنے ہوں تو اس کے متعلق ایسا تأثر پیش کرنا صرف اور صرف بغض وعناد اور علم کی کمی کا نتیجہ ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے متعلق کہے کہ ان کو علمِ حدیث سے معرفت کم تھی؛ کیونکہ ان سے گنتی کی چند احادیث' کتبِ احادیث میں مروی ہیں؛ حالانکہ ان حضرات کا کثرتِ روایت سے اجتناب دوسرے اسباب کی وجہ سے تھا، جس کی تفصیلات کتابوں میں موجود ہیں۔ غرضے کہ امام ابوحنیفہؒ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم محدث بھی تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حدیث کی مشہور کتابیں:

احادیث کی مشہور کتابیں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی،

مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے تقریباً ۱۵۰ سال بعد مدون ہوئی ہیں۔ ان مذکورہ کتابوں کے مصنّفین امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں موجود ہی نہیں تھے، ان میں سے اکثر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ مشہور کتب حدیث کی تصنیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگردوں (قاضی ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) نے امام ابوحنیفہؒ کے حدیث اور فقہ کے دروس کو کتابی شکل میں مرتب کردیا تھا جو آج بھی دستیاب ہیں۔ مشہور کتبِ حدیث میں عموماً چار یا پانچ یا چھ واسطوں سے احادیث ذکر کی گئی ہیں؛ جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس زیادہ تر احادیث صرف دو واسطوں سے آئی تھیں، اس لحاظ سے امام ابوحنیفہؒ کو جو احادیث ملی ہیں، وہ اصحُّ الاسانید کے علاوہ احادیثِ صحیحہ، مرفوعہ، مشہورہ اور متواترہ کا مقام رکھتی ہیں۔ غرضے کہ جن احادیث کی بنیاد پر فقہِ حنفی مرتب کیا گیا، وہ عموماً سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ:

امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا، خود امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ میں نے کوفہ وبصرہ کا کوئی ایسا محدث نہیں چھوڑا جس سے میں نے علمی استفادہ نہ کیا ہو، تفصیلات کے لیے سوانح امام ابوحنیفہؒ کا مطالعہ کریں، امام ابوحنیفہؒ کے چند اہم اساتذہ حسب ذیل ہیں:

شیخ حماد بن ابی سلیمانؒ (متوفی ۱۲۰ھ): شہر کوفہ کے امام وفقیہ شیخ حمادؒ حضرت انس بن مالکؓ کے سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں، امام ابوحنیفہؒ ان کی صحبت میں ۱۸ سال رہے۔ ۱۲۰ ہجری میں شیخ حمادؒ کے انتقال کے بعد امام ابوحنیفہؒ ہی ان کی مسند پر فائز ہوئے۔ شیخ حمادؒ مشہور ومعروف محدث وتابعی شیخ ابراہیم نخعیؒ کے بھی خصوصی شاگرد ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ حمادؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی وارث اور نائب بھی شمار کیے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دوسری بڑی درس گاہ ''شہر بصرہ'' تھی جو امام المحدثین شیخ حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ) کے علوم حدیث سے مالا مال تھی؛ یہاں بھی امام ابوحنیفہؒ نے علمِ حدیث کا بھرپور حصہ پایا۔

شیخ عطا بن ابی رباحؒ (متوفی ۱۱۴ھ): مکہ مکرمہ میں مقیم شیخ عطا بن ابی رباحؒ سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے بھرپور استفادہ کیا۔ شیخ عطا بن ابی رباحؒ نے بے شمار صحابۂ کرامؓ خاص کر حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے استفادہ کیا تھا۔ شیخ عطا بن ابی رباحؒ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خصوصی شاگرد ہیں۔

شیخ عکرمہ بربریؒ (متوفی ۱۰۴ھ): یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خصوصی شاگرد

ہیں۔کم وبیش ۷۰ مشہور تابعین ان کے شاگرد ہیں، امام ابوحنیفہؒ بھی ان میں شامل ہیں۔مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ نے ان سے علمی استفادہ کیا۔

مدینہ منورہ کے فقہاءِ سبعہ میں سے حضرت سلیمانؒ اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ سے امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی سماعت کی ہے۔ یہ ساتوں فقہاء مشہور ومعروف تابعین تھے۔ حضرت سلیمانؒ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پروردہ غلام ہیں جب کہ حضرت سالمؒ حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے ہیں، جنھوں نے اپنے والد صحابیِ رسول حضرت عبداللہ عمرؓ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

ملک شام میں امام اوزاعیؒ اور امام مکحولؒ سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے اکتسابِ علم کیا ہے۔

دیگر محدثین کے طرز پر امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی سماعت کے لیے حج کے اسفار کا بھرپور استعمال کیا؛ چنانچہ آپ نے تقریباً ۵۵ حج ادا کیے۔حج کی ادائیگی سے قبل وبعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام فرماکر قرآن وسنت کو سمجھنے اور سمجھانے میں وافر وقت لگایا۔بنوامیہ کے آخری عہد میں جب امام ابوحنیفہؒ کا حکمرانوں سے اختلاف ہوگیا تھا تو امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً ۷ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہ کر تعلیم وتعلم کے سلسلہ کو جاری رکھا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ:

"سیرت النبی ﷺ" کے مصنف اول "علامہ شبلی نعمانیؒ" نے اپنی مشہور ومعروف کتاب "سیرۃ النعمان" میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے درس کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ خلیفۂ وقت کی حدودِ حکومت اس سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔سیکڑوں علماء ومحدثین نے امام ابوحنیفہؒ سے علمی استفادہ کیا۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علمِ فقہ میں کمال حاصل کرنا چاہے اس کو امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کا رخ کرنا چاہیے،اور یہ بھی فرمایا کہ اگر امام محمدؒ (امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد) مجھے نہ ملتے تو شافعیؒ ، شافعیؒ نہ ہوتا؛ بلکہ کچھ اور ہوتا۔امام ابوحنیفہؒ کے چند مشہور شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں جنھوں نے اپنے استاذ کے مسلک کے مطابق درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔قاضی ابویوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، امام زفر بن ہذیلؒ، امام یحییٰ بن سعید القطانؒ، امام یحییٰ بن زکریاؒ، محدث عبداللہ بن مبارکؒ، امام وکیع بن الجراحؒ، اور امام داؤد الطائی وغیرہ۔

قاضی ابویوسفؒ (متوفی ۱۸۲ھ): آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم انصاری ہے۔ ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔امام ابویوسفؒ کو معاشی تنگی کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا مشکل ہوگیا تھا؛ مگر امام ابوحنیفہؒ نے امام یوسفؒ اور ان کے گھر کے تمام اخراجات برداشت کرکے ان کو تعلیم دی۔ ذہانت، تعلیمی شوق اور امام ابوحنیفہؒ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے قاضی ابویوسفؒ ایک

بڑے محدث وفقیہ بن کر سامنے آئے۔ فقہ حنفی کی تدوین میں قاضی ابو یوسفؒ کا اہم کردار ہے۔ عباسی دورِ حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ پہلا موقع تھا جب کسی کو قاضی القضاۃ کے عہد پر فائز کیا گیا۔ امام ابوحنیفہؒ سے بعض مسائل میں اختلاف بھی کیا؛ لیکن پوری زندگی خاص کر قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد فقہ حنفی کو ہی نشر کیا۔ مسلکِ امام ابوحنیفہؒ پر اصولِ فقہ کی اوّلین کتاب تحریر فرمائی۔ ۱۸۲ھ میں وفات ہوئی۔

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ): آپ ۱۳۱ھ میں دِمشق میں پیدا ہوئے، پھر فقہاء ومحدثین کے شہر کوفہ چلے گئے، وہاں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کی صحبت پائی۔ امام ابوحنیفہؒ سے تقریباً دوسال جیل میں تعلیم حاصل کی۔ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسفؒ سے تعلیم مکمل کی، پھر مدینہ منورہ جاکر امام مالکؒ سے حدیث پڑھی۔ صرف بیس سال کی عمر میں مسندِ حدیث پر بیٹھ گئے۔ یہ فقہ حنفی کے دوسرے اہم بازو شمار کیے جاتے ہیں، اسی لیے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو صاحبین کہا جاتا ہے۔ امام محمدؒ کے بے شمار شاگرد ہیں؛ لیکن امام شافعیؒ کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ امام محمدؒ کی حدیث کی مشہور کتاب "موطا امام محمد" آج بھی ہر جگہ موجود ہے۔ امام محمدؒ کی تصنیفات بہت ہیں، فقہ حنفی کا مدار انھیں کتابوں پر ہے، ان کی درج ذیل کتابیں مشہور ومعروف ہیں جو فتاویٰ حنفیہ کا ماخذ ہیں۔

المبسوط. الجامع الصغیر. الجامع الکبیر. الزیادات. السیر الصغیر. السیر الکبیر.

امام زفرؒ (متوفی ۱۵۸ھ): امام زفر بن ہذیلؒ ۱۱۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں علمِ حدیث سے خاص شغف وتعلق تھا، علامہ نوویؒ نے ان کو اصحابُ الحدیث میں شمار کیا ہے، پھر علم فقہ کی جانب توجہ کی اور اخیر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔ بصرہ میں قاضی کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، آپ فقہ حنفی کے اہم ستون ہیں۔

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ (متوفی ۱۹۸ھ): آپ ۱۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ فن اسماء الرجال (سند حدیث پر بحث کا علم) سب سے پہلے انھوں نے ہی شروع کیا ہے۔ پھر اس کے بعد دیگر حضرات، مثلاً امام یحییٰ بن معینؒ نے اس علم کو باقاعدہ فن کی شکل دی۔ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے علمی استفادہ کیا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ): یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ علم حدیث میں بڑی مہارت حاصل کی، یہاں تک کہ امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب ملا۔

۱۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ ہجری میں وفات پائی۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے ذریعہ میری مدد نہ فرماتے تو میں ایک عام انسان سے بڑھ کر کچھ نہ ہوتا۔

تدوینِ فقہ:

عصر قدیم وجدید میں علم فقہ کی تعریف مختلف الفاظ میں کی گئی ہے؛ مگر اُن کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں احکامِ شرعیہ کا جاننا فقہ کہلاتا ہے۔ احکام شرعیہ کے جاننے کے لیے سب سے پہلے قرآن کریم اور پھر احادیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں کسی مسئلہ کی وضاحت نہ ملنے پر اجماع اور قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

فقہ کو سمجھنے سے قبل، امام ابوحنیفہؒ کے ایک اہم اصول وضابطہ کو ذہن میں رکھیں کہ میں پہلے کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کو اختیار کرتا ہوں، جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں نہیں ملتا تو صحابۂ کرامؓ کے اقوال واعمال کو اختیار کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ کے ساتھ اپنے اجتہاد وقیاس پر توجہ دیتا ہوں۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کا یہ اصول ہے کہ اگر مجھے کسی مسئلہ میں کوئی حدیث مل جائے خواہ اس کی سند ضعیف بھی ہو تو میں اپنے اجتہاد وقیاس کو ترک کرکے اس کو قبول کرتا ہوں۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا اپنا خود بنایا ہوا اصول نہیں ہے؛ بلکہ اُس مشہور حدیث کی اتباع ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو وصیت فرمائی تھی۔

فقہ حنفی کا مدار صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ذات اقدس پر ہے اور اس فقہ کی بنیاد وہ احادیث رسول ﷺ ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحابۂ کرامؓ مسائلِ شرعیہ معلوم کرتے تھے۔ کوفہ شہر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن وحدیث کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے۔ حضرت علقمہ بن قیس کوفیؒ اور حضرت اسود بن یزید کوفیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود فرماتے تھے کہ جو کچھ میں نے پڑھا لکھا اور حاصل کیا وہ سب کچھ علقمہؒ کو دیدیا، اب میری معلومات علقمہؒ سے زیادہ نہیں ہے۔ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ مسند نشین ہوئے اور علم فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ انھیں "فقیہِ عراق" کا لقب ملا۔ حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب ذخیرہ جمع ہوگیا تھا جو ان کے شاگردوں نے خاص کر حضرت حماد کوفیؒ نے محفوظ کررکھا تھا۔ حضرت حمادؒ کے اس ذخیرہ کو امام ابوحنیفہ کوفیؒ نے اپنے شاگردوں خاص کر امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ کو بہت منظم شکل

میں پیش کر دیا جو انہوں نے با قاعدہ کتابوں میں مرتب کر دیا، یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔اس طرح امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو واسطوں سے حقیقی وارث بنے اور امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرآن وسنت کی روشنی میں جو سمجھا تھا وہ امت مسلمہ کو پہونچ گیا۔غرضے کہ فقہ حنفی کی تدوین اُس دور کا کارنامہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون قرار دیا اور احادیث رسول ﷺ مکمل حفاظت کے ساتھ اسی زمانہ میں کتابی شکل میں مرتب کی گئیں۔

﴿وضاحت﴾: ان دنوں بعض ناواقف حضرات فقہ کا ہی انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر پڑھنا اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط کرنا فقہ ہے۔نیز قرآن وحدیث میں متعدد جگہ فقہ کا ذکر بھی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔مشہور کتب حدیث (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) کی تالیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے فقہ حنفی کو کتابوں میں مرتب کر دیا تھا۔اگر واقعی فقہ قابل رد ہے تو مذکورہ کتبِ حدیث کے مصنفوں نے اپنی کتاب میں فقہ کی تردید میں کوئی باب کیوں نہیں بنایا؟ یا کوئی دوسری مستقل کتاب فقہ کی تردید میں کیوں تصنیف نہیں کی؟ غرضے کہ یہ ان حضرات کی ہٹ دھرمی ہے ورنہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر مسائل کا استنباط کرنا ہی فقہ کہلاتا ہے جسے جمہور محدثین ومفسرین وعلماء امت نے تسلیم کیا ہے۔

﴿نقطہ﴾: فقہ حنفی کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ سابقہ حکومتوں (خاص کر عباسیہ وعثمانیہ حکومت) کا ۸۰ فیصد قانونِ عدالت وفوجداری فقہ حنفی رہا ہے اور آج بھی بیشتر مسلم ممالک کا قانون عدالت فقہ حنفی پر قائم ہے، جو قرآن وحدیث کی روشنی میں بنائے گئے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں:

امام ابوحنیفہؒ نے دورانِ درس جو احادیث بیان کی ہیں انھیں شاگردوں نے "حَدَّثَنَا" اور "اَخْبَرَنَا" وغیرہ الفاظ کے ساتھ جمع کر دیا۔امام ابوحنیفہؒ کے درسی افادات کا نام "کتاب الآثار" ہے، جو دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی، اس زمانہ تک کتابوں کی تالیف بہت زیادہ عام نہیں تھی۔"کتاب الآثار" اس دور کی پہلی کتاب ہے جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لیے ترتیب وتبویب کے راہ نما اصول فراہم کیے۔علامہ شبلی نعمانیؒ نے "کتاب الآثار" کے متعدد نسخوں کی نشاندہی کی ہے؛ لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہے۔ان نسخوں میں سے امام محمدؒ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔

مشہور محقق عالم مولانا عبدالرشید نعمانیؒ نے "کتابُ الآثار" کے مقدمہ میں قوی روایتوں کی

روشنی میں لکھا ہے کہ کتاب الآثار براہِ راست امام ابوحنیفہؒ کی تالیف ہے، امام محمد، امام ابویوسف، امام زفر وغیرہ اس کے راوی ہیں۔ (مرتب)

"کتابُ الآثار"　　بہ روایت امام محمدؒ

"کتابُ الآثار"　　بہ روایت قاضی ابویوسفؒ

"کتابُ الآثار"　　بہ روایت امام زفرؒ

"کتابُ الآثار"　　بہ روایت امام حسن بن زیادؒ

مسانید امام ابوحنیفہؒ:

علماء کرام نے امام ابوحنیفہؒ کی پندرہ مسانید شمار کی ہیں جن میں ائمہ دین اور حفاظِ حدیث نے آپ کی روایات کو جمع کرکے ہمیشہ کے لیے محفوظ کردیا، ان میں سے مسند امام اعظم علمی دنیا میں مشہور ہے، جس کی متعدد شروحات بھی تحریر کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑا کام ملک شام کے امام ابوالموائد خوارزمیؒ (متوفی ۶۶۵ھ) نے کیا ہے جنہوں نے تمام مسانید کو بڑی ضخیم کتاب ''جامع المسانید'' کے نام سے جمع کیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد امام محمدؒ کی مشہور ومعروف کتابیں بھی فقہ حنفی کے اہم مآخذ ہیں۔

المبسوط. الجامع الصغير. الجامع الكبير. الزيادات. السير الصغير. السير الكبير.

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ:

کتاب وسنت کی تعلیم اور فقہ کی تدوین کے ساتھ امام صاحبؒ نے زہد وتقویٰ اور عبادت میں پوری زندگی بسر کی۔ رات کا بیشتر حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے، نفل نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے میں گزارتے تھے۔ امام صاحبؒ نے علم دین کی خدمت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا؛ بلکہ معاش کے لیے ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے تیار کرنے کا بڑا کارخانہ تھا جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن حریثؓ کے گھر میں چلتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کا تعلق خوشحال گھرانے سے تھا اس لیے لوگوں کی خاص طور سے اپنے شاگردوں کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔ آپؒ نے ۵۵ حج ادا کیے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شان میں بعض علماء امت کے اقوال:

✿ امام علی بن صالحؒ (متوفی ۱۵۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا: عراق کا مفتی اور

فقیہ گزر گیا۔ (مناقب ذہبی ص ۱۸)

❁ امام مسعر بن کدامؒ (متوفی ۱۵۳ھ) فرماتے تھے کہ کوفہ کے دو کے سوا کسی اور پر رشک نہیں آتا۔ امام ابوحنیفہؒ اور اور ان کا فقہ، دوسرے شیخ حسن بن صالحؒ اور ان کا زہد وقناعت۔ (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۸)

❁ ملک شام کے فقیہ ومحدث امام اوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ پیچیدہ مسائل کو سب اہل علم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ (مناقب کردی ص ۹۰)

❁ امام داؤد الطائیؒ (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس وہ علم تھا جس کو اہل ایمان کے دل قبول کرتے ہیں۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)۔

❁ امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۷ھ) کے پاس ایک شخص امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کرکے آیا۔ امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا تم روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آرہے ہو۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)

❁ امام مالک بن انسؒ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۸)

❁ امام وکیع بن الجراحؒ (متوفی ۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔

❁ امام یحییٰ بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی احادیث کے حافظ بھی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہت ساری احادیث سنی ہیں۔ (جامع بیان العلم، علامہ ابن عبدالبر، ج ۲ ص ۱۴۹)

❁ امام سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ دو چیزوں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ شہر کوفہ سے باہر نہ جائیں گی؛ مگر وہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ گئیں۔ ایک امام حمزہؒ کی قرأت اور دوسری ابوحنیفہؒ کا فقہ۔ (تاریخ بغداد۔ ج ۱۳ ص ۳۴۷)

❁ امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہم سب علم فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔ جو شخص علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہوگا۔ (تاریخ بغداد ج ۲۳ ص ۱۶۱)

❁ امام بخاریؒ کے استاذ امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ پرہیزگار، عالم

آخرت کے راغب اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہؒ۔ شیخ موفق بن احمد مکیؒ)

❁ امام موفق بن احمد مکیؒ امام بکر بن محمد زرنجریؒ (متوفی ۱۵۲ھ) کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔ (مناقب امام ابی حنیفہؒ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علوم کا نفع:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قرآن وحدیث وفقہ کے دروس کو کتابی شکل دے کر ان کے علم کے نفع کو بہت عام کردیا، خاص کر جب آپ کے شاگرد قاضی ابویوسفؒ عباسی حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے تو انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے فیصلوں سے حکومتی سطح پر عوام کو متعارف کرایا؛ چنانچہ چند ہی سالوں میں فقہ حنفی دنیا کے کونے کونے میں رائج ہوگیا اور اس کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری رہا حتی کہ عباسی وعثمانی حکومت میں مذہب ابی حنیفہؒ کو سرکاری حیثیت دے دی گئی؛ چنانچہ آج ۱۴۰۰ سال گزر جانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے اور اب تک امت مسلمہ کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح اور وضاحت وبیان پر ہی عمل کرتی چلی آرہی ہے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان کے مسلمانوں کی بڑی اکثریت جو دنیا میں مسلم آبادی کا ۶۰ فیصد سے زیادہ ہے، اسی طرح ترکی اور روس سے الگ ہونے والے ممالک نیز عرب ممالک کی ایک جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے ہی فیصلوں پر عمل پیرا ہیں۔

مصادر ومراجع:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت پر جتنا کچھ مختلف زبانوں خاص کر عربی زبان میں تحریر کیا گیا ہے وہ عموماً دوسرے کسی محدث یا فقیہ یا عالم پر تحریر نہیں کیا گیا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کی علمی وعملی خدمات کے قبول ہونے کی بہ ظاہر علامت ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوں پر جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں، ان میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب "تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ" سے خصوصی استفادہ کرکے اس مضمون کو تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مصنفوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق بعض عربی کتابیں:

مناقب الامام الاعظم: شیخ ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ)

ترجمۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃؒ النعمان بن ثابت: امام خطیب بغدادیؒ (متوفی ۳۹۲ھ)
تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ جلال الدین سیوطی مصری شافعیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)
تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان: شیخ قاضی محمد بن الحسن بن کاس ابوالقاسمؒ (متوفی ۳۲۴ھ)
عقود المرجان فی مناقب ابی حنیفہ النعمانؒ: شیخ ابوجعفر احمد بن محمد مصری الطحاویؒ (متوفی ۳۲۱ھ)
عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابوحنیفۃؒ النعمان: شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ (متوفی ۹۴۳ھ)
عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابوحنیفۃؒ النعمان: رسالہ مقدمہ لنیل درجۃ الماجستر۔ مولوی محمد ملا عبدالقادر الافغانیؒ
اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: شیخ قاضی ابی عبداللہ حسین بن علی الصیمریؒ (متوفی ۴۳۶ھ)
فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ: شیخ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد (المعروف ب ابی عوامؒ) متوفی ۳۳۰ھ
الانتقاء (ایک باب): حافظ ابن عبدالبر
شقائق النعمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان: جاراللہ ابوالقاسم الزمخشریؒ (متوفی ۵۳۸ھ)
الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظمؒ ابی حنیفۃ النعمان: شیخ مفتی الحجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکیؒ (متوفی ۹۷۳ھ)
کتاب منازل الائمۃ الاربعۃ: امام ابوزکریا یحی بن ابراہیمؒ (متوفی ۵۵۰ھ)
مناقب الامام ابی حنیفۃؒ وصاحبیہ ابی یوسف ومحمد بن الحسن: امام حافظ ابی عبداللہ محمد بن احمد عثمان ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ)
کتاب مکانۃ الامام ابی حنیفہؒ فی علم الحدیث: شیخ محمد عبدالرشید النعمانی الہندیؒ۔ تحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ
ابوحنیفہ النعمان وآرائہٗ الکلامیہ: شیخ شمس الدین محمد عبداللطیف مصریؒ
ابوحنیفہ النعمان (امام الائمہ الفقہاء): شیخ وہبی سلیمان غاوجیؒ
تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہؒ من الاکاذیب: شیخ محمد زاہد بن الحسن الکوثریؒ
ابوحنیفہ۔ حیاتہ وعصرہ۔ آرائہٗ وفقہہ: شیخ محمد ابوزہرہؒ
مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃؒ (الجزء الاول والثانی): موفق بن احمد المکی، محمد بن محمد بن شہاب ابن البزازالکردیؒ۔
ائمۃ الفقہ الاسلامی: ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ، ابن حنبلؒ: شیخ نوح بن مصطفیٰ رومی حنفیؒ

مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ: شیخ موفق بن احمد الخوارزمیؒ
الجواہر المضیئۃ فی تراجم الحنفیہ: شیخ عبدالقادر القرشیؒ
حیاۃ ابی حنیفہؒ: شیخ سید عفیفیؒ
نشر الصحیفۃ فی ذکر الصحیح من اقوال ائمۃ الجرح والتعدیل فی ابی حنیفۃؒ: شیخ ابی عبدالرحمٰن مقبل بن ہادی الوادیؒ (متوفی ۱۴۲۲ھ)
تحفۃ الاخوان فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ احمد عبدالباری عاموہ الحدیدیؒ
التعلیقات الحسان علی تحفۃ الاخوان فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ محمد احمد محمد عاموہؒ
عقود الجواہر المنیفۃ فی اُدلۃ مذہب الاِمام ابی حنیفۃؒ: علامہ محدث السید محمد مرتضیٰ الزبیدی حسینی حنفیؒ (متوفی ۱۲۰۵ھ)

امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق بعض اردو کتابیں:

سیرۃ النعمان: علامہ شبلی نعمانیؒ
سیرۃ ائمہ اربعۃ: قاضی اطہر مبارکپوریؒ
حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی: مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
مقام ابی حنیفہؒ: مولانا سرفراز صفدر خانؒ
امام اعظم اور علم الحدیث: مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ
امام اعظم ابوحنیفۃ: حالات وکمالات، ملفوظات: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانویؒ (ترجمۃ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ)
تقلید ائمہ اور مقام امام ابوحنیفہؒ: مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلیؒ (راقم الحروف کے حقیقی دادا محترم)
امام اعظم ابوحنیفۃ، حیات وکارنامے: مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہریؒ
حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت: مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب
علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا مقام ومرتبہ: مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب ایڈیٹر ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند
امام اعظم ابوحنیفۃؒ اور معترضین (کشف الغمۃ بسراج الائمۃ): مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہان پوریؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند
فقاہت امام اعظم ابوحنیفہؒ: مولانا خدابخش صاحب ربانیؒ
ملفوظات امام حنیفۃؒ: مفتی محمد اشرف عثمانیؒ

حدائق الحنفیۃ (امام ابوحنیفہؒ سے ۱۳۰۰ ہجری تک دنیا بھر کے ایک ہزار سے زائد حنفی علماء وفقہاء کا ذکر): مولوی فقیر احمد جہلمیؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ۱۱۰ سو قصے: مولانا محمد اویس سرورؒ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات: مولانا عبدالقیوم حقانیؒ

امام ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: مولانا عبدالشہید نعمانیؒ

امام اعظم ابوحنیفہؒ شہید اہل بیتؒ: مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثریؒ

الطریق الاسلم اردو شرح مسند الامام الاعظمؒ: مولانا محمد ظفر اقبال صاحبؒ

امام ابوحنفیہؒ کی محدثانہ حیثیت: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمیؒ۔ مولانا مفتی نعمت حقانیؒ۔

امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع (علامہ کوثریؒ کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ): حافظ عبدالقدوس خانؒ

حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ (شیخ ابوزہرہ مصریؒ کی عربی کتاب کا ترجمہ): پروفیسر غلام احمد حریریؒ

امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق انگریزی زبان میں بھی متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں؛ لیکن علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب Imam Abu Hanifah: Life and Works کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

اعلاء السنن:

ماضی قریب کے جید عالم ومحدث شیخ ظفر احمد عثمانی تھانویؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اوران کے شاگردوں سے منقول تمام مسائل فقہیہ کو ۲۲ جلدوں میں احادیث نبویہ سے مدلل کیا ہے۔ ملک شام کے مشہور حنفی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے اس کتاب کی تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ عربی زبان میں تحریر کردہ اس عظیم کتاب کی ۲۲ ضخیم جلدیں ہیں جو عرب وعجم میں آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہیں حتی کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ مفت Download کرنا بھی ممکن ہے۔

(http://www.waqfeya.com/book.php?bid=2378)

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرماکر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

❁ ❁ ❁

حجۃ الاسلام شاہ اسماعیل شہیدؒ اور اسلامی الٰہیات

از: مولانا مدثر جمال تونسوی، کراچی

کردار کی عظمت اور دعوت وجہاد کے عملی شہ سوار کی حیثیت سے شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کا نام نامی کسی تعجب وحیرت کا باعث نہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی اور اہم ترین حصے کو دعوتی اور پھر آخر میں جہادی خدمات میں اس درجہ صرف فرمایا کہ بالآخر اسی راہ میں جامِ شہادت نوش کرکے بارہ گاہ قدوس میں حاضر ہوگئے؛ مگر آپ کے فکر کی عظمت وبلند پروازی اور 'اسلامی الہیات' بالفاظ دگر 'اسلامی فلسفہ' میں ترک تازیاں اور اس نازک ومشکل ترین میدان میں آپ کے فکر وقلم کی جولانیاں حد درجہ حیرت ناک وباعثِ تعجب ہیں۔ فلسفہ وتصوف اور حکمتِ الٰہیہ کے مسائل ومباحث میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریروں کا مطالعہ کرنے والا شخص قطعاً اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ اُس شخص کے ذہن وفکر کے آثار ونتائج ہیں، جسے عمر بھر عملی اور مصروف کن کاوشوں سے فرصت ہی نہ ملی، خاص کر جب ان مسائل ومباحث کو رئیس الجماعت شیخ اکبر ابن عربیؒ، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور حکیم اسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی فلسفیانہ ومتصوفانہ مباحث کو نظروں سے گزارنے کے بعد ملاحظہ کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کہاں یہ تینوں بزرگ ہستیاں جن کی عمر کا اکثر حصہ اسی نوع کے مشاغل میں گزرا اور کہاں یہ جہاد وشہادت کا راہی جسے اس نوع کے مشاغل کے برعکس خالص بھاگ دوڑ اور انتشار وتشتت والے مشاغل سے واسطہ رہا۔

غرض یہ کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ جس طرح ایک بلند پایہ صاحب کردار مجاہد تھے اس سے کہیں زیادہ ایک بلند فکر صاحبِ علم تھے۔ آپ کے فکر ونظر کی گہرائی ودقت اور دقیق علوم ومباحث سے فطری مناسبت اور کمال مہارت کا اسی وقت صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب آپ کی تصنیف ''العبقات'' کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ کتاب مستقل اسلامی الٰہیات (فلسفہ) ہی کے موضوع سے متعلق ہے۔ بعض اہل علم نے تو اس کتاب کو آپ کا ایک اہم کارنامہ اور تجدید الہیات کا پیش خیمہ تک قرار دیا ہے اور واقعی یہ کتاب اس بات کی حق دار ہے کہ علم وتحقیق اور فلسفہ وحکمت کے شہ

سوار اسے اپنی کاوشوں کی جولان گاہ بنائیں اس محنت وکاوش سے جہاں فلسفہ وحکمت کے میدان میں مزید راہیں کھلیں گی، وہاں خاص کر اہلِ علم کے طبقات میں آپ کی زندگی کے ایک اہم مگر بھولے بسرے پہلو سے متعارف ہونے کا موقع ملے گا۔

آپ کی یہ کتاب عربی میں ہے جسے معروف ومستند عالمِ دین سلطان القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے اردو کا قالب دیا ہے۔ یہ ترجمہ مولانا کی زندگی میں تو شائع نہ ہوسکا؛ البتہ بعد میں آپ کے ایک عقیدت مند صاحبِ علم جناب ضیاء الدین احمد شکیب نے اپنے پیش لفظ کے ساتھ شائع کرایا، اب یہی اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات لاہور کی جانب سے شائع ہو رہا ہے؛ جب کہ اصل عربی کتاب نایاب ہے اگرچہ کافی عرصہ قبل کراچی کی مجلس علمیہ کی جانب سے شائع ہوئی تھی؛ مگر اب اس اشاعت کے نسخے بھی نایاب ہیں۔ کاش کہ اردو ترجمے کے ساتھ یہ اصل عربی بھی منظر عام پر آجائے اور کوئی صاحبِ خیر یا دینی اشاعتی ادارہ اس طرف توجہ کرے تو شایقینِ علم وفلسفہ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

الٰہیات اُن مباحث کو کہا جاتا ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ، اُس کی صفات اور کائنات، مبدأ کائنات، مخلوق کے خالق سے ربط وتعلق اور ان سے متعلقہ مسائل سے گفتگو کی جائے۔ یہ میدان بہت ہی نازک ہے، اسی لیے پوری تاریخ اسلام میں علماء اسلام میں سے چند شخصیات ہی اس موضوع کو زیر بحث لانے سے مشہور ہوئی ہیں۔ شیخ اکبر امام ابن عربی، امام ابن تیمیہ، امام غزالی، مجدد الف، ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور قریبی دور میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس سلسلے کے نمایاں نام ہیں؛ لیکن ناانصافی ہوگی اگر شاہ اسماعیل شہیدؒ کو اس فہرست میں شامل نہ کیا جائے، اس کا بین ثبوت آپ کی کتاب ''العبقات'' ہے۔ جو خود مصنف کی تصریح کے مطابق امام ابن عربیؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے علوم وافکار سے خوشہ چینی کرتے ہوئے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ''لمعات'' اور ''سطعات'' کی شرح وتوضیح کے لیے لکھی گئی ہے۔ ''عبقات'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اسلامی الٰہیات کے موضوع پر ان تین شخصیات سے خاص طور پر متاثر ہیں اور ان کے علوم وافکار کے دل دادہ اور خود ان تینوں بزرگوں کے نہایت معتقد ہیں (یاد رہے یہی وہ وصفِ جامع ہے، جسے آج بھی شاہ ولی اللہؒ کے طرز پر ''علماء دیوبند'' مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، یہ حضرت امام ابن عربی اور ان کے فلسفہ وحدت الوجود میں حد درجہ غلو رکھتے ہیں نہ انکار، اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے فلسفہ وحدت الشہود میں غلو رکھتے ہیں نہ انکار؛ بلکہ ان

دونوں نظریات میں تطبیق اور دونوں بزرگوں کی عقیدت واحترام کے جذبات سے سرشار ہیں)

شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ان تینوں بزرگوں کو جن بلند پایہ القاب سے یاد کیا ہے ان سے ان بزرگوں سے عقیدت صاف جھلک رہی ہے۔شاہ ولی اللہ صاحبؒ جو رشتے میں آپ کے دادا لگتے ہیں، ان کے متعلق لکھتے ہیں ''واقعہ یہ ہے کہ توفیق کے ہادی نے میری بھی ایقان اور تحقیق کے حاصل کرنے میں راہ نمائی فرمائی اسی سلسلہ میں لمعات اور سطعات اور ان ہی جیسی مختصر کتابوں کے مطالعہ کا موقعہ مجھے میسر آیا یہ کتابیں افضل المحققین ،فخر المدققین ،اعتصامُ الحکماء ،امامُ العرفاء ،شیخ ولی اللہ کی تصنیفات ہیں،خدا ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی ہمیں سعادت نصیب کرے''۔(العبقات مترجم،ص:۳)

نیز اسی کتاب کے خطبے میں امام ابن عربیؒ اور شیخ مجدد الف ثانیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''نیز ان مختلف فوائد سے بھی مستفید ہونے کا مجھے موقع ملا جنہیں ایک سمندر بے کراں، حبر،علام، رئیس الجماعہ نے ظاہر فرمایا ہے جو شیخِ اکبر کے نام سے دنیا میں مشہور ہیں اور طبقۂ صوفیہ کے جو قائد وشیخ وپیشوا ہیں، اِسی کے ساتھ حق تعالیٰ نے جو باتیں امام ربانی ،غوث صمدانی ،امام اوحد شیخ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کروائی ہیں، اُن سے بھی میں نے آگاہی حاصل کی یعنی وہی امام ربانی جنہیں خدا نے ارشاد کے منصب پر سرفراز فرمایا اور امتوں کو سیدھی راہ ان کے ذریعہ سے دکھلائی ،معرفت ویقین والوں کے قلوب جن سے منور ہوئے اور دین کی تجدید کا کام خدا نے جن سے لیا''(العبقات مترجم،ص:۳)

ہمارے یہاں شاہ اسماعیل شہیدؒ کے حوالے سے دو طبقات افراط وتفریط کا شکار ہیں،ایک طبقہ انھیں صوفیائے کرام کا دشمن ومخالف ظاہر کرتا ہے اور خود کو ان کا ہم نوا کہلاتا ہے؛ بلکہ یوں کہیے کہ اپنی صوفیاء دشمنی میں شاہ شہیدؒ کو اپنا ہم نوا ظاہر کرنے کی سعی کرتا ہے۔دوسرا طبقہ جو صوفیاء سے محبت وعقیدت کا دعویدار ہے وہ بھی شاہ شہیدؒ کو صوفیاء کا دشمن اور ان کا مخالف ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ تاکہ ان کی مصلحانہ ومجاہدانہ سرگرمیوں پر یکلخت پانی پھر جائے؛مگر خود شاہ شہیدؒ کی زیرِنظر کتاب 'العبقات' سے ان دونوں نظریات کی تردید ہوتی ہے۔اس سلسلے میں شاہ شہیدؒ کی یہ عبارت مطالعہ کریں جو آپ نے انھیں بزرگوں کے حوالے میں نقل کی ہے:

''اللہ کے پاس وہی لوگ میرے وسائل ہیں اور خدا کے نزدیک وہی میرے شفیع وسفارشی

ہیں، ان ہی اماموں کی میں اقتدار کرتا ہوں اور ان ہی کی روشنی میں راہ پاتا ہوں، حق ویقین کی راہوں میں وہی میرے راہ نما ہیں، دنیا ودین میں وہی میرے سردار وپیشوا ہیں، ان کے سِرِ فانی کو خدا تقدیس عطا فرمائے اور ان کے سر باقی سے مجھے تقدس عطا کرے۔“ (العبقات مترجم،ص:۴)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا: یہ کتاب شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصانیف ”لمعات“ اور ”سطعات“ کی شرح وتوضیح کے سلسلے میں لکھی گئی ہے۔ یہ بات خود مصنف کتاب نے اپنی کتاب کی وجہ تسمیہ اور تعارف کے ذیل میں یوں تحریر کی ہے۔ لکھا ہے:

”میں نے اس کتاب کا نام ”العبقات“ رکھا ہے۔ اشارہ اس کی طرف ہے کہ ”لمعات“ اور ”سطعات“ مذکورہ بالا کتابوں کی خوشبو اس کی راہ سے پھیلائی گئی ہے، میں اسی کا مدعی نہیں ہوں کہ ان موتیوں (یعنی سطعات ولمعات) کے سلسلہ میں اس کتاب کو بھی شمار کرنا چاہیے اور جس چیز کا مجھے حق نہیں ہے اس کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہوں؛ بلکہ سمجھنا چاہیے کہ نقلی علوم سے عربی ادب کے فنون کا جو تعلق ہے یا عقلی فنون سے منطق کے قوانین کی جو نسبت ہے، یہی تعلق یہی نسبت ان کتابوں سے میرے اس رسالہ کو ہے، میں نے اس کتاب کو متون کے ڈھنگ پر لکھا ہے اور خیال یہ ہے کہ اس کی شرح بھی بعد کو انشاء اللہ کروں گا، ایسی شرح جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اس کتاب کو میں نے ایک مقدمہ چار اشاروں اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔“ (العبقات مترجم،ص:۵)

کتاب میں کل 121 عبقے ہیں 4 مقدمے میں، 43 اشارہ اول میں، 28 اشارہ دوم میں 12، 12 اشارہ سوم وچہارم میں جب کہ 5 خاتمے میں۔ کتاب کا اجمالی تعارف پیش لفظ میں یوں تحریر کیا گیا ہے:

”اس کتاب کے اہم مباحث میں سب سے پہلے یہ بحث شامل ہے کہ انسان کے نفسی اور حواسی علوم کتنے ہیں اور ان کی کیا کیا نوعتیں ہیں اس کے بعد اس کتاب کو چار اشاروں یا چار حصص پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے اشارۂ اول میں وجود سے بحث کی گئی ہے، اس ضمن میں جو مباحث آئے ہیں، وہ ہمارے جدید فلسفہ وطبعیات کے لیے غیر معمولی دلچسپی کے حامل ہیں اس اشارے میں یونانی اور سوفسطائی نظریات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے؛ نیز اعیانِ ثابتہ، حقائقِ امکانیہ، اسمائے کونیہ، مظاہیرِ وجود، مبداءِ وجود، ماہیاتِ قبل الوجود، تعین ماہیت، مبدأ اور وجود کا تعلق، وجودِ واجب، عالم کا وجود طبعی، وجود منبسط، نورِ وجہ اللہ، توحید، عالمِ لاہوت، اِبداع، خلق، تدبیر وتدلّی سے بحث کی گئی ہے۔ اشارۂ دوم کا موضوع تجلی ہے۔ اس اشارے میں تجلی کے عام احکامات کے

علاوہ تجلی کے اقسام شخص اکبر متجلی کے شرائط ،محل تجلی پر بحث کی گئی ہے۔اشارۂ سوم کا موضوع ایجاب واختیار ہے،اس موضوع کے تحت ارادۂ ممکنات ،افعالِ خداوندی ،افعالِ طبیعی اور اسباب سے بحث کی گئی ہے،اشارۂ چہارم میں مراتبِ نفس کی وضاحت کی گئی ہے،اس اشارہ میں روح کی حقیقت ،نسمہ ،مراتبِ کمال ،معنی مومن ،معنی عالم ،راسخ فی العلم ،صاحبِ شغل ،صاحبِ مراقبہ، صاحبِ دوام الحضور،صاحبِ تجرید،صاحب کشف ،حقیقتِ ولایت ،اعلیٰ مقاماتِ بشر ،حقیقت عالمِ وصال سے بحث کی گئی ہے۔“(ایضاً ،ص:م)

العبقات کے تذکرے میں علامہ اقبالؒ کے اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید کے موضوع پر دیئے گئے خطبات کا ذکر بھی ناگریز ہے۔ ہمارے ہاں جدید مغربی تعلیم یافتہ طبقے میں الٰہیات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا عمومی منتہائے نظر اقبال کے خطبات ہیں؛ لیکن اگر وہ حضرات بھی اس موضوع کے حوالے سے اپنے علم وفکر میں اضافے اور وسعت کے خواہاں ہوں تو ان کے لیے بھی اس کتاب میں اپنی تشنگی دُور کرنے کا بے بہا سامان موجود ہے؛ بلکہ اقبالؒ کے خطبات کے مقابلے میں ایک اضافی خوبی بھی اس کتاب کا حصہ ہے۔جسے جناب ضیاء الدین احمد شکیب نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”سچ تو یہ ہے کہ (علامہ) اقبالؒ نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ زیادہ تر ان احکامات کی جانب اشارات پر مبنی ہے؛ لیکن شاہ اسماعیلؒ سے لے کر ابن عربیؒ تک مذکورہ بالا عارفین نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک ٹھوس اور ان کی اپنی آزمودہ حقیقت ہے“(ایضاً ،ص:ل)

شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی اس کتاب کی خوبیاں دیکھنے اور مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے، شرط یہ ہے کہ اس کتاب سے استفادے کی استعداد موجود ہو اور خود راقم السطور کو بھی اپنے قصورِ فہم واستعداد کا اعتراف ہے؛ اس لیے نہ تو یہ ہمت کہ اس کتاب کا تجزیہ پیش کروں ،نہ یہ ممکن کہ اس گلشن علمی سے منتخب اور چیدہ چیدہ چند پھول قارئین کی خدمت میں پیش کروں ؛ کیونکہ یہ مباحث اس قدر دقیق اور طویل الذیل ہیں ،جنھیں بغیر سیاق وسباق اور تشریح ووضاحت کے مختصر اقتباسات کی شکل میں پیش کرنا قارئین پر مزید بوجھ ڈالنے کے مترادف ہے۔ہاں اگر قسمت نے ساتھ دیا تو انشاء اللہ آئندہ کی مجلس میں خاص اسی پہلو کو سامنے رکھ کر چند مسائل کے حوالے سے آپ کی کتاب کے اقتباسات پیش کرکے اس کا نمونہ دکھلا دیا جائے گا۔فی الحال تو اس حوالے سے شاہ شہیدؒ کی العبقات کا ہی مختصر تعارف اور اہل علم حضرات کو اس جانب متوجہ کرنا تھا۔امید ہے اس مقصد کے لیے یہ چند سطور کافی ہوں گی۔

توہینِ رسالت اور ملتِ اسلامیہ کی ذمہ داری

از: ڈاکٹر اجمل فاروقی

شیطانی فلم کے خلاف امریکی حکمرانوں اور ترجمانوں نے انتہائی گستاخانہ طنز آمیز بیانات جاری کرکے اپنی شیطنت پر پردہ ڈالنا چاہا ہے، اور انھیں کی لَے میں لَے ہمارے کچھ علما، نام نہاد دانشور اور اردو میڈیا کے بعض حضرات بھی ملا رہے ہیں۔ ایک گھریا ایک ادارہ کے آپ ذمہ دار ہیں، آپ کے کارکنوں میں سے ایک خلافِ قانون یا خلافِ تہذیب حرکت کرتا ہے، مثلاً ایک راہ گیر کے پتھر ماردیتا ہے، وہ آپ کے پاس شکایت لے آتا ہے، آپ کہتے ہیں: مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے دکھ پر افسوس کرتا ہوں، آپ کہتے ہیں اپنے ملازم کو سزا دیجیے، وہ آئندہ سے ایسا نہ کرے، وہ کہتا ہے یہ نہیں ہوسکتا، یہ تو اس کی آزادی پر پابندی لگانے والی بات ہے۔ ہماری تہذیب میں ایسا نہیں ہوتا۔ بتایئے ایسے میں شکایت کرنے والا فرد کیا کرے گا؟ ہمارے نام نہاد دانشوران نے ایک جملہ رٹ لیا ہے ”یہ تو ان کی سازش ہے، وہ اشتعال دلانا چاہتے ہیں، ہماری امیج خراب کرنا چاہتے ہیں، دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان خونخوار ہیں، دہشت گرد ہیں، ہمیں صبر وضبط وحکمت اور ہوش سے کام لینا چاہیے۔“ حالاں کہ امریکی حکمرانوں نے اپنے بیانات سے اپنی نیت صاف کردی ہے۔ یورپ کے بڑے مسلم آبادی والے ملک فرانس میں کارٹون کی اشاعت اور حکومتی سطح پر اس کی حمایت اور احتجاج پر پابندی کے ذریعہ اپنا عندیہ واضح کردیا ہے کہ وہ آئندہ بھی اس طرح کی مذموم حرکتیں جاری رکھنے پر پابندی نہیں لگائیں گے۔ اس مسئلہ پر خاص طور پر اقوامِ متحدہ میں اوبامہ اور اس کے نمائندہ الان چیمبرلن (Allen Chamberlain) نے جلے ہوئے پر نمک چھڑکتے ہوئے کہا کہ ”ہمیں افسوس ہے مگر ہم دنیا میں ہر جگہ انسانی حقوق اور حقِ اظہارِ رائے کی حفاظت کریں گے۔“ اور اس طرح طنز بھی کیا کہ جہاں اظہارِ رائے کی آزادی نہیں ہے، وہیں تشدد، غریبی اور انتہا پسندی پائی جاتی ہے۔ میں اپنے دانشور علماء اور بزرگان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مندرجہ بالا بیان پڑھ کر انصاف سے بتائیں کہ اس میں افسوس کا اظہار

ہے یا اپنی جہالت اور شرارت پر اصرار اور ملتِ اسلامیہ پر طنز ہے۔ یہ مغربی بھیڑیے کتنے جمہوریت پسند، انسانی حقوق کے دل دادہ اور حقِ اظہار رائے کے حمایتی ہیں، اس پر الجیریا سے لے کر ہندوستان تک کروڑوں بے گناہوں کا خون اور صدیوں کی غلامی گواہ ہے۔ان کی جمہوریت نے کتنی جمہوریتوں کا گلا گھونٹا ہے اور آج بھی گلا گھونٹوا رہے ہیں۔ساری دنیا میں مسلمانوں کے احتجاج میں چار امریکی ہلاک ہوگئے تو سارے میڈیا آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں؛ مگر عراق پر بُش کے اقوامِ متحدہ کی اجازت کے بغیر کیے گئے حملے میں پانچ لاکھ سے زیادہ معصوم بچے، بوڑھے، خواتین شہید کیے گئے تب میڈیا چپ رہا؟ جو میڈیا اور مسلم دانشور اس وقت چپ بیٹھے رہے، جب گوانتا موبے اور ابوغریب میں امریکی حکومت کی مرضی قرآن پاک کی بے حرمتی کو ایک تعذیبی ہتھکنڈہ (Torture Tool) کی طرح بار بار استعمال کیا گیا۔قرآن کو جوتوں کی ٹھوکریں ماری گئیں اور اسے فلش بھی کیا گیا؛ تاکہ قیدی برداشت نہ کرکے اپنے راز اُگل دیں۔ یہ سب ریکارڈ میں محفوظ ہے۔وکی لیکس میں بھی محفوظ ہے۔گردنوں میں پٹہ ڈال کر خبیث امریکی خاتون فوجی کی فوٹو لوگوں کو ابھی بھی یاد ہے۔اس وقت یہ واعظین اور صبر اور حکمت کی تلقین کرنے والے کہاں تھے؟ مسلمانوں کو گردن جھکا کر جینے اور شعائرِ اسلام اور پیغمبرِ آخرالزماں ﷺ کی کردارکشی پر مظاہرہ کرنے والوں کو جذباتی، بیوقوف اور صبر وحکمت سے عاری بتانے والے کہاں تھے؟ اور ابھی یہ سلسلہ رکا کہاں ہے؟ پچھلے ہی دنوں افغانستان میں قرآن سوزی امریکی فوجیوں کے ذریعہ کی گئی۔ اس پر دنیا میں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔افغانستان کو چھوڑ کر دنیا نے مسلمانوں کو کیا تمغے عطا کیے۔ کتنے غیرمسلم اسلام لے آئے کہ مسلمانوں نے بڑے اونچے اخلاق کا مظاہرہ کیا اور قرآن سوزی کے واقعات کے باوجود آرام سے قورمہ، نہاری کھارہے ہیں اور T-20 کا مزہ لے رہے ہیں؟

علم وحکمت کے ٹھیکیداروں سے سوال یہ ہے کہ ۵۶ ملکوں اور ڈیڑھ ارب آبادی والی اُمّتِ مسلمہ پر شعائرِ اسلام کی بے حرمتی ہونے پر کوئی شرعی ذمہ داری حکومتی اور اجتماعی سطح پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ جس طرح امریکہ عافیہ صدیقی، خالد شیخ، ابوحمزہ مصری کو زبردستی اغوا کرکے قانوناً ملک بدر کرالیتا ہے۔ یہ ۵۶ مسلم ملک ایسا کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ ایسا نہیں کرتے تب ملت میں مایوسی، بے مائیگی اور انتشار پھیلتا ہے۔ جب اجتماعیت کے سربراہ مجرمانہ خاموشی یا دکھاوے والی کارروائیاں کرکے عوام کو بے وقوف بنانا چاہتے ہیں، تب عوام اپنے طور پر فیصلہ کرتی ہے۔خواص اور نام نہاد دانشوروں اور صحافیوں کے امریکی دوروں اور مدرسوں اور جامعہ ملیہ و مسلم یونیورسٹی اور

اسلامک کلچر سینٹر دہلی وغیرہ میں امریکی سفارت کاروں کی بار بار کی آمد اور نوازشوں کے طفیل عراق پر امریکی حملہ کے بعد سے لگاتار مسلم قائدین اور اردو صحافت میں ایمانی بے حسی بڑھی ہے۔ گو کہ اس کے عنوانات بہت خوشنما صبر، حکمت اور ہوش مندی وغیرہ کے ہی ہیں۔ اگر یہ مغرب کی سازش کا ایک پہلو ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیں چھیڑ کر اس کے ردعمل کے ذریعہ ہماری منفی تصویر دکھانا چاہتا ہے تو کیا ایک پہلو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ دھیرے دھیرے ملت کے اندر سے ایمانی غیرت، حمیت، حس اور اللہ اور رسول ﷺ، قرآن، کعبہ کی بے توقیری کا ماحول پیدا کردے۔ آج رسول ﷺ کے کارٹون اور کردارکشی پر ہم چپ رہیں تو خدانخواستہ جب کل کعبہ مشرفہ پر حملہ ہو، جیسا کہ امریکی فوج کے تربیتی اسکول میں حال تک تربیت کی جاتی رہی ہے تو اس وقت بھی کچھ ''جذباتی، بے صبروں اور بے وقوفوں'' کے علاوہ ساری امت، ''صبر''، ''حکمت'' اور ''دانائی'' کے ساتھ ﴿إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُونَ﴾ ''ہم تو یہاں بیٹھے رہنے والوں میں سے ہیں'' کا ورد کرتی رہے گی، تو کیا اللہ تعالیٰ کے حضور بھی یہ پوری ملت، حکومتیں، جماعتیں اور علماء، ودانشوران جواب دہی کر پائیں گے؟

حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی غزوات میں بعض صحابۂ کرامؓ سے ڈسپلن کی خلاف ورزی یا اجتہادی غلطی وغیرہ ہوئی ہے۔ مثلاً ایک مقابل کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کردیا کہ یہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے تو حضور ﷺ نے افسوس بھی کیا۔ صحابی رضی اللہ عنہ کو پھٹکار لگائی؛ مگر کیا آئندہ ایسا پھر نہ ہوجائے کہ اندیشہ سے جہاد کو ہی ختم کردیا کہ بس اب صرف دعوت اور تبلیغ ہوگی؟ دنیا بھر کے احتجاج میں جو بھی غیر قانونی حرکتیں اور نقصانات مسلمانوں نے کیے اس کا قانونی اور مالیاتی جرمانہ، سزا اور تاوان کی شکل میں متاثرین کو دیا جانا چاہیے؛ مگر مغرب سے بھی حساب چکانا ضروری ہے، اس نے مسلم دنیا میں جو لوٹ مار کی ہے، عراق سے تو تیل چرایا جارہا ہے، جو لاکھوں بے گناہ شہید کیے گئے ہیں ۶۵ سالوں سے لاکھوں فلسطینی مہاجرین کی زندگی گزار رہے ہیں، خود امریکی حکومت کے اعتراف کے مطابق ڈرون حملوں میں ہزاروں بے گناہ بچے، عورتیں متوازی نقصان Collateral damage کے طور پر مارے گئے ہیں، ان سب کا جرمانہ بھی لیا جانا ضروری ہے۔ ان کا یاد دلایا جانا ضروری ہے۔ مغرب کے ان بے شرم قائدین اور ان کے مشرقی غلاموں کو جمہوریت کی دہائی دیتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ الجیریا میں جمہوریت کا گلا گھوٹنے کی وجہ سے اب تک ۲۵ لاکھ انسانی جانیں ضائع ہوگئیں؛ کیونکہ امریکہ اسلام پسند اسلامک سالوشن فرنٹ کو الیکشن میں منتخب ہوکر اقتدار میں آنے نہیں دینا چاہتا تھا اور آج ۲۰ سال سے قتل

وخون جاری ہے۔ یہ سوال اوباما اور اس کے غلاموں سے کون پوچھے گا؟ جو مسلمانوں کو انسانی حقوق کے عدمِ تحفظ اور تشدد کے فروغ کا طعنہ دیتا ہے! آج فلسطین میں حماس کی جمہوری جیت کے خلاف فتح کو مغرب کیوں حمایت دے رہا ہے۔ یہ کس جمہوریت کا اصول ہے؟ آج سعودی عرب کی بادشاہی کی طرف سے آنکھیں کیوں بند رکھی جارہی ہیں۔ بادشاہی اور جمہویت میں کیا تعلق ہے؟

آزادیِ اظہار رائے کی حقیقت سب کو معلوم ہے کہ یہودیوں کو بدنام کرنا جرم ہے۔لندن کے میئر کین لیونگسٹن کو عہدہ سے ہاتھ دھونا پڑا۔ تاریخ دان ارون کو جیل ہوگئی۔احمدی نژاد کے خلاف میڈیا میں طوفان کھڑا کیا گیا، برٹش شہزادی کے برہنہ فوٹو کو حضور ﷺ کے کارٹون کے اگلے دن کورٹ کے آرڈر سے شائع نہیں ہونے دیا اور امریکہ اور یوروپ میں سیکورٹی کے نام پر انسانی حقوق کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔ ہوائی اڈوں پر اسکیننگ سے لے کر ننگی تلاشیاں لینے والے پر ہر مسجد میں FBI کے مخبر گھسیڑنے والے ہر امریکی کی E-Mail اور فیس بک پر نظر رکھنے والے کس منھ سے انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں؟ ضرورت ہے اس منافقت کو برہنہ کرکے سامنے لانے کی۔ان کے انصاف کے پیمانے بھی ملاحظہ ہوں۔ پادری ٹیری جونز قرآن پاک کو جلا کر بے حرمتی کرتا ہے، اسے ایک دن کی سزا یہ مکار حکومت دیتی ہے۔ کیا دنیا میں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے حقوق کی قیمت ان ظالموں نے اتنی ہی لگائی ہے؟ اس سے چھوٹے چھوٹے جرائم میں مسلم علماء، عمر قید، تنہائی کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ گذشتہ روز ہی ایک امریکی عدالت نے 11/9 کے مشکوک پراَسرار واقعہ کے لیے القاعدہ اور ایران پر ۶ /ارب ڈالر کا جرمانہ صرف ۴۵ متاثرین کے خاندانوں کے لیے کیا ہے؟ مگر عراق پر غیر قانونی امریکی حملہ کے ۵ لاکھ متاثرین لوگوں سے الٹا ان کا پیٹرول بطورِ خرچہ وصول کیا جارہا ہے؟

یہ ہے اس انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے کی حقیقت جس کا شور مچا کر اپنی ذہنی خباثت اور مذہبی دشمنی کو روبہ عمل لایا جارہا ہے۔ اقوامِ متحدہ ماحولیات کے خلاف نشہ آور ادویہ کے خلاف، بچہ مزدوری کے خلاف، سر پر غلاظت ڈھونے کے خلاف، تمبا کو نوشی کے خلاف قوانین بناتی ہے؛ مگر اہانتِ دین کے قانون کو یہ ظالم مغربی ممالک پاس نہیں ہونے دیتے کہ اس کا غلط استعمال ہوگا۔ غلط استعمال تو دنیا کے ہر قانون کا ہو رہا ہے۔ سیکورٹی کے قوانین ہوں، جہیز کے خلاف قانون ہو یا زنا یا خواتین کے خلاف دست درازی کے قوانین ہوں؛ مگر اس کے باوجود یہ

قوانین جاری وساری ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف خصوصی قوانین کی زد میں ہندوستان سمیت دنیا بھر میں ہزاروں بے گناہوں کی جوجوانیاں برباد کردی گئیں اور گھر اجاڑ دیے گئے؛ مگر قوانین زندہ ہیں؛ کیونکہ ممالک کے تحفظ کا سوال ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اہلِ ایمان کے لیے اللہ اور رسول ﷺ، قرآن، کعبہ عزیز ہے۔ وہ ان کی بے ادبی پر تمام قانونی کارروائیاں کرے گی، چاہے دشمنانِ دین کو کتنا ہی ناگوار گذرے۔ جس جس طرح کی کارروائیاں اہلِ مغرب دینِ اسلام کے خلاف کررہے ہیں، وہ علمی نوعیت کی ہے ہی نہیں کہ ان کا علمی جواب دیا جائے۔ وہ سب کے سب ہتک اور توہین کے زمرہ میں آتی ہیں۔ امت مسلمہ کے لیے فی الوقت ترجیحات میں سب سے ضروری کاموں میں الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کو وجود میں لانے کا ہے۔ کروڑوں روپیہ کے کانفرنس، سیمینار، اجتماعات، امریکہ، برطانیہ کے تبلیغی دوروں کے ساتھ ساتھ صبر، حکمت، طویل المدتی پالیسی کے تحت اپنا میڈیا کیوں نہیں کھڑا کیا جاتا؟ غیر مسلموں نے E-TV اور Z. Salam شروع کردیا اور ہمارے دانشور بھی انھیں کے بھروسہ بیٹھے رہتے ہیں، جو حضرات بڑی حکمت ودانائی کی باتیں کررہے ہیں وہ ایمان داری کے ساتھ بتاسکتے ہیں کہ احتجاج یا مظاہرہ کے بجائے کتنے غیر مسلموں تک نبیِ رحمت ﷺ کی سیرت سے متعلق مواد پہنچا سکے؟ اب تک طویل المدتی پالیسی کے تحت وہ کتنے غیر مسلموں تک دعوتی ربط کرپائے؟

آج وطن پرستی کے نام پر اس کی حفاظت کے لیے اس کے پرچم، قومی نشان، قومی ترانہ، قومی جانور تک کی بے عزتی پر سزا ہوتی ہے، اور ہمارے دانشور ہمیں بتارہے ہیں کہ رحمۃٌ للعالمین کی بے حرمتی کی سزا قرآن مجید میں بیان ہی نہیں ہوئی ہے؛ جب کہ قرآن تو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند آواز کرنے پر سارے اعمال غارت ہونے کی خوفناک تنبیہ کرتا ہے، اور ہم رسول ﷺ کی کردارکشی کو پی جانے پر آمادہ کیے جارہے ہیں۔ کیا خود حضور ﷺ نے شاتم رسول ﷺ کعب بن اشرف کے خلاف کارروائی نہیں کروائی تھی؟ جھوٹے داعیانِ نبوت کے خلاف مسلح کارروائی نہیں کی تھی؟ یہ کام عوام نے نہیں کیے تھے؛ مگر حکومتیں کیوں نہیں کرتیں؟ جمہوریت کس چڑیا کا نام ہے؟ قیامت کے دن اللہ دلوں کے راز کھول کر سب سے حساب لے گا اس حساب سے اور رسول اللہ ﷺ کے حضور پیشی کا خیال کرکے اپنے خیال کا اظہار کرنا چاہیے۔ حالات کا جبر، غلط رجحانات وخیالات کی اشاعت کا ذریعہ نہ بنادے، اس بدنصیبی سے ہمیں پناہ مانگنی چاہیے۔

❁ ❁ ❁